جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مدظلہٗ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

مئی
سنہ ۱۹۹۴ء

ذیقعدہ
سنہ ۱۴۱۴ھ

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ـــــــــــــــــــــــ ۳
درسِ قرآن ـــــــ حضرت مولانا قاری محمدؒ طیبؒ ـــــ ۵
درسِ حدیث ـــــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ـــــ ۱۲
سیرۃِ مُبارکہ ـــــــ حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمدؒ میاںؒ ـــــ ۱۸
خطاب لاجواب ـــــــ مولانا ارشد مدنی صاحب ـــــ ۲۵
علمائے اسلام کے القاب ـــــ قاضی اطہر مُبارک پُوری ۳۷
قربانی ـــــــ حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمدؒ میاںؒ ـــــ ۴۷
دارالافتاء ـــــــ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد ـــــ ۵۴
مرحوم علی کی یاد ـــــــ مولانا نعیم الدّین ـــــ ۵۷
حاصلِ مطالعہ ـــــــ مولانا نعیم الدّین ـــــ ۵۹
تنبیہ وفاق ـــــــــــــــــــــــ ۶۲

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد۔ یو۔ پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲ — ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ — مئی ۱۹۹۴ء — شمارہ : ۸

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے . . . . سالانہ ۱۱۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات ... " ۴۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش . . . . . . " ۱۰ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ . . . . " ۱۶ ڈالر

برطانیہ . . . . " ۱۷ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . . سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ۵۴۰۰۰، فون ۲۰۱۰۸۶ ـ ۲۰۵۳۸۸

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم

امابعد! پانچ اپریل ۱۹۹۴ء کو مشہور "توہین رسالت کیس" میں ملوّث تین افراد پر نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر دی اس کے نتیجہ میں منظور مسیح موقع پر ہلاک ہو گیا جبکہ سلامت مسیح جان جوزف اور رحمت مسیح شدید زخمی ہو گئے۔

گزشتہ سال مئی میں کوٹ لدھا ڈسٹرکٹ گوجرانوالہ میں سلامت مسیح منظور مسیح اور رحمت مسیح کے خلاف گستاخی رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقدمہ درج ہُوا تھا۔ نتیجتاً تینوں ملزموں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بعد ازاں سلامت مسیح ۸ نومبر ۱۹۹۳ء کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا جبکہ ۱۲ر جنوری ۱۹۹۴ء میں رحمت اور منظور کی بھی رہائی ہو گئی۔

مذکورہ واقعہ اگرچہ اپنی جگہ افسوس ناک اور قابلِ مذمّت ہے مگر موجودہ ملکی حالات میں مذمت جیسی چیز ایک بے اثر رسمی کارروائی ہو کر رہ گئی ہے بلکہ ذمّہ دارانِ ریاست نے بھی "مذمت و افسوس" جیسے بے جان عنوانات پر اکتفا ہی کو رعیت کے دُکھ درد کا مداوا تصوّر کر لیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان حادثات کے پسِ پردہ اُن کے حقیقی عوامل واسباب کی کھوج لگائی جانی چاہیے۔ ہمارے خیال میں انسانی فطرت وجذبات کا عدمِ احترام وروگردانی اس کے اصل اسباب ہیں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت اس کیس کی خصوصی سماعت کا انتظام کرتی اور زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے اندر اندر عدالت اپنا فیصلہ صادر کر دیتی ملزم بری ہوتا یا اپنے بدانجام

کو پہنچتا۔ بہر طور فریقین کو تسلّی بھی ہوتی اور عبرت بھی، مگر ہوا یہ کہ ایک سال کا طویل عرصہ گزرنے پر بھی قانونی کارروائی ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی بلکہ شانِ رسالت کی توہین کے ملزمان کی ضمانت پر رہائی سے اکثریت کے مقدس جذبات قدرتی طور پر مجروح ہو رہے تھے۔ اعلیٰ اور ماتحت عدالتوں کے جج صاحبان تو قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کے پابند ہیں۔ قانون بنانے والے اداروں کا فرض ہے کہ وہ قانون میں موجود بے پناہ خامیوں کے ازالہ کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو قانونِ فطرت یعنی مکمّل اسلامی سانچے میں ڈھال دیں۔

اس نازک موقع پر جس چیز نے جذبات کو برانگیختہ کیا۔ وہ شانِ رسالت میں گستاخی کے قانون میں ترمیم کا بیجا مطالبہ ہی نہیں بلکہ وہ پُرزور احتجاجی مظاہرے تھے۔ جن سے یہ تأثر ملتا تھا کہ یہ سب کچھ باقاعدہ پیش بندی کے بعد ہو رہا ہے حالانکہ اس قسم کے مطالبات سے اقلیتوں کا نقصان ہے۔ فائدہ نہیں ہے کیونکہ قانون میں جس قدر سختی اور عمل درآمد میں تیزی ہوگی اسی قدر جرائم میں سستی اور کمی واقع ہوگی جو اکثریّت اور اقلیّت دونوں کے لیے قابلِ اطمینان بات ہوگی اور کوئی بھی فریق قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی جُرأت نہ کرے گا اور یہ صُورتِ حال اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی ضامن ہوگی۔ لہٰذا رسالت ایکٹ میں ترمیم کی چنداں ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کو برقرار رکھتے ہُوئے اس پر عمل درآمد کو تیز کیا جائے تاکہ کوئی بھی بدخصلت کسی کے مقدس جذبات سے کھیلنے کی جُرأت نہ کرسکے۔

اس موقع پر بعض غیر ملکی سفارتکاروں کی سرگرمیوں سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جانا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ اسکا سختی سے نوٹس لے اور مُلک کے اندرونی اور عدالتی معاملات میں بیجا مداخلت پر اُنکو خبردار کرے۔

اللہ تعالیٰ سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(قسط: ۱۳)

درسِ قرآنِ حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
تبویب و تزئین: مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝

وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست، اب چلو پھرو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ کچھ اُس کی دی ہوئی روزی اور اُسی کی طرف جی اُٹھنا ہے، کیا تم نڈر ہو گئے اُس سے جو آسمان میں ہے اِس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں پھر تبھی وہ لرزنے لگے، یا نڈر ہو گئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر مینہ پتھروں کا سو جان لوگے کیسا ہے میرا ڈرانا، اور جھٹلا چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے پھر کیسا ہوا میرا عذاب۔

مُلْك اور مَلَكُوْت میں فرق

ایک حصّہ تو وہ ہے جو اِن آنکھوں سے نظر آتا ہے اور آسکتا ہے اور ایک حصّہ وہ ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا بلکہ روحانی آنکھ سے نظر آتا ہے جو حصّہ آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اس کا نام ہے مُلْك اور جو حصّہ روحانی آنکھ سے نظر آتا ہے اُس کا نام ہے مَلَكُوْت۔ دو حصّے ہوئے حکمرانی کے ایک مُلْك اور ایک ملکوت۔ جیسا کہ شروع میں فرمایا گیا کہ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ برکت والی وہ ذات ہے کہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے تو ملک کے جتنے حصّے ہیں جو آنکھوں سے نظر آتے ہیں

جتنے حصے ہیں۔ اُن سب کا نام ہے مُلک اور جو روحانی آنکھ سے دیکھے جاتے ہیں یعنی عالمِ روحانیات ہیں اس کو ملکوت کہتے ہیں جس کو سورۂ یٰسین میں فرمایا گیا کہ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے قبضے میں ہے ملکوت ہر چیز کا، یعنی ہر چیز کی روحانیت اور معنویت وہ بھی اُس کا مِلک ہے تو ظاہر اور باطن دونوں پر اسی کی حکمرانی ہے۔ ظاہر کا مُلک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک جس میں عرش عظیم، کرسی، جنتیں آسمان اور پھر زمین اور زمین کے نیچے جہنّم یہ سب عالمِ مُلک ہے اور اُن کے اندر جو روحانیت اور معنویت کام کر رہی ہے عرش سے لے کر فرش تک اسی کا نام ہے ملکوت وہ باطنی حصّہ ہے۔

ملک کے تین علاقے قرار دیے گئے ہیں

تو اس مُلک کے گویا تین علاقے قرار دیے گئے ہیں ایک آسمانوں سے اُوپر اُوپر، جس میں جنتیں، عرش ، کُرسی سب داخل ہیں اور ایک آسمانوں سے نیچے نیچے جس میں زمینیں اور دُنیا اور اُس کے نیچے جہنّم یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ ان سب کے کچھ ذمّہ دار بنائے گئے ہیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے حکمرانی کرتے ہیں حکم اس کا چلتا ہے۔ وسائل وہ ہوتے ہیں۔ جیسے آسمانوں میں ملائکہ علیہم السّلام ہیں۔ تو سیّد الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام ہیں کہ جن کی حکومت پُورے عالمِ سمٰوات میں ہے۔ سیّد الملائکہ ہیں۔

دُنیا میں کچھ ذمّہ دار بنائے گئے ہیں

اس دُنیا کے اندر کچھ ذمّہ دار بنائے گئے ہیں، تو اصل تو ہیں انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور اُن کے ماتحت اُن کی وفات کے بعد پھر جو رہتے ہیں اُن میں پھر عہدے ہیں، کسی کا نام ابدال ہے کوئی اقطاب ہے کوئی اغواث ہے۔ اس طرح سے تفصیل لیے من جانب اللہ۔

دُنیا میں ہمیشہ چالیس ابدال رہتے ہیں

جیسے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس دُنیا میں ہمیشہ چالیس ابدال رہتے ہیں کہ جن کا حکم چلتا ہے باطنی طور پر ظاہری حکام کے قلوب میں وہی چیز ڈالی جاتی ہے جو ابدالوں میں طے ہوتی ہے۔ ابدالوں کے نیچے ہیں پھر اقطاب چالیس ابدال ہیں وہ شام میں رہتے ہیں اور جو ایک وفات پاتا ہے نیچے سے ترقّی دے کر ابدالوں میں شامل کر دیا جاتا ہے تو وہ چالیس کا عدد پُورا رہتا ہے پھر اقطاب ہیں

اُن کے نیچے پھر اغواث ہیں۔ درجہ بدرجہ۔ یہ گویا ذمّہ دار بنائے گئے ہیں اِس دُنیا کے، تو اُن کے قلوب پر حق تعالیٰ کی مشیت وارد ہوتی ہے اور وہ اُسی مشیت سے پھر قلب سے ہمتیں متوجہ کرتے ہیں اُن ہمتوں سے ظاہری حُکام کے دل میں وہ چیزیں پڑتی ہیں کہ جو ظاہری حُکم چلتا ہے۔

اللہ کا خلیفۂ اعظم

اور پھر حق تعالیٰ کی جانب سے ایک شخصیّت وہ بنائی گئی ہے کہ مُلک سے لے کر ملکوت تک اسی کی حُکمرانی قائم کی گئی ہے وہ اللہ کا خلیفۂ اعظم ہے اور وہ ہیں نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ سمٰوٰت وَ اَرضین میں آپ کے اثرات ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے چار وزیر ہیں، دو آسمان میں دو زمین میں،

حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے چار وزیر ہیں وَزِیْرَایَ فِی السَّمَآءِ وَوَزِیْرَایَ فِی الدُّنْیَا دو وزیر میرے آسمانوں میں ہیں اور وہ ہیں حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السّلام اور دو وزیر میرے دُنیا میں ہیں اور وہ ہیں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جو اُن کے قائمقام چلتے ہیں دُنیا میں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کی وزارتِ عالَمِ سمٰوٰت میں بھی قائم ہے اور عالَمِ ارض میں بھی قائم جیسے بادشاہ کے ماتحت ایک نائب السلطنت ہوتا ہے کہ پُوری سلطنت میں اس کا حکم اور اس کے اثرات غالب ہوتے ہیں۔ وہ ذاتِ بابرکات ہے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی، تو اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ آپ کے دو وزیر آسمانوں میں ہیں اور دو وزیر دنیا میں ہیں اور ظاہر ہے کہ

وزیر کا کام

وزیر کا یہی کام ہوتا ہے کہ بادشاہ کے نائبُ السلطنت کے زیرِ اثر رہ کر احکام چلائیں اور آپ کی ماتحتی قائم کر دی گئی۔ ان سَب کے اُوپر۔ اس کا ظہور فرمایا گیا۔ شبِ معراج میں کہ مسجدِ اقصٰی میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو امام بنایا گیا اور تمام انبیاء علیہم السّلام اور تمام ملائکہ اور حضرت جبرئیل علیہ السّلام جو اُن کے ذمّہ دار ہیں اُنھوں نے اقتداء کی۔ گویا ظاہراً بھی دکھلایا گیا کہ آپ بالادست ہیں اور آپ کے ماتحت ہیں انبیاء اور ملائکہ علیہم السّلام، تو اس طرح سے عالَمِ مُلک کا انتظام بٹا ہُوا ہے، لیکن ایک شخصیت مُلک اور ملکوت دونوں میں کام کر رہی ہے اور مشیتِ خداوندی اُس کے قلب پر وارد ہوتی ہے

تو اس کا ایک حصّہ تو ہے آسمان اور ایک حصّہ ہے زمین اور ایک حصّہ ہے بیچ میں جَوّ اور فضا خلا جسے کہتے ہیں یہ تابع ہے آسمانوں کے اور زمینوں کے گویا زمین کا پہلے آسمان پر جو فضا ہے اور آسمانوں کا ماحول ہے زمین پر وہ وہی فضا ہے تو فضا بیچ میں ہے دونوں جہانوں کے اس لیے اصل دو عالَم نکل آئے ہیں ایک عالَمِ سمٰوٰت اور ایک عالَمِ ارضین۔

پہلے رکوع میں عالَمِ سمٰوات کا ذکر ہے

تو عالَمِ سمٰوٰت کا ذکر تو پہلے رکوع میں کیا گیا ہے جس کی کچھ تفصیل ابھی کی گئی کہ اس میں جنّتیں بھی آجاتی ہیں جہنّم بھی، ماننے والے بھی نہ ماننے والے بھی۔ قانونِ خداوندی ذات و صفات حق تعالیٰ کی یہ پہلے رکوع میں بیان کی گئیں۔

دوسرے رکوع میں زمین کا ذکر ہے

اس دوسرے رکوع میں ذکر ہے زمین کا۔ جس کو فرمایا کہ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ انسانوں کو خطاب فرمایا جا رہا ہے کہ زمین کو ہم نے تمہارے لیے ذلیل بنا دیا تمہارے کام میں لگا دیا کتنا عظیم کرۂ زمین کا جس میں ہزاروں پہاڑ ہیں، جنگل ہیں، بحر ہے، بر ہے۔ وہ سب تمہارے لیے مسخر کیا گیا کہ اس کے مادّے سے تم کام کرو۔ سب سے پہلی چیز ہے انتفاع اس سے نفع اُٹھانا۔

زمین میں ہر چیز کے خزانے رکھ دیے گئے ہیں

تو زمین میں خزانے رکھ دیے گئے رزق کے مثلاً کھانے پینے کی چیزیں وہ سب زمین سے نکلتی ہیں اسی طرح سے معدنیات ہیں جواہرات ہیں وہ سب زمین سے نکلتے ہیں۔ سونا ہو، چاندی ہو اسی طرح سے اور معدنیات ہیں جیسے تیل کے چشمے ہیں۔ پٹرول ہے کوئلہ ہے یہ سب چیزیں انسانوں کے کام میں آتی ہیں اور اللہ نے انسانوں کے اندر فطرت میں اُن کی ڈال دیا ان چیزوں کا تصرف کہ وہ کھود کرید کرکے پتہ چلاتا ہے کہ تیل کے خزانے کہاں ہیں؟ جواہرات کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ سونا کہاں سے نکلے گا؟ چاندی کہاں سے نکلے گی؟ اس کی تدبیریں ذہن میں ڈال دی گئیں کہ مشینوں کے ذریعے یا ہاتھ سے دستکاری کے ذریعہ مٹی سے سونے کو الگ کرنے کا یہ طریقہ ہے چاندی کو الگ کرنے کا یہ طریقہ ہے تیل اگر نکلے اس میں اجزاء زمین کے ملے ہوئے

ہوتے ہیں تو صاف کرنے کا یہ طریقہ ہے پہلے لوگ اپنی دستکاری سے صفائی کرتے تھے اَب دَورِ مشینی دَور ہے تو مشینوں کی بات اللہ نے ذہنوں میں ڈال دی اور ایسی ایسی مشینیں ایجاد کرلیں انسان نے کہ منٹوں میں ہزاروں مَن مٹی میں سے سونا نکال لیتے ہیں چاندی نکال لیتے ہیں اسی طرح سے جواہرات، اسی طرح سے قسم قسم کے پتھر، سنگِ خارا اور سنگِ مرمر اور مرمر کی پھر اقسام ہیں سُرخ اور سبز اور زرد وہ سب انسان نکالتا ہے اور اپنے کاموں میں لاتا ہے تاکہ دُنیا میں تصرفات چلیں۔

زمین کو انسان کے لیے مسخّر کر دیا گیا ہے

تو فرمایا کہ ہم نے ذلیل کر دیا تمہارے لیے زمین کو وہ چُوں نہیں کر سکتی۔ حالانکہ تمہاری اصل ہے تم سے کہیں زیادہ بڑی ہے لیکن اس کو کھودے جاؤ اس میں نہریں بناؤ کنویں بناؤ ذرا بھی چُوں وچرا نہیں کرتی اور تمہارے ہاتھ میں مسخّر ہے اس کے اَخلالِ طبعی یعنی جگر کے ٹکڑے۔ سونے چاندی نکالے جاؤ وہ ذرا بھی چُوں نہیں کرتی۔ یہ سب تمہارے لیے حاضر ہے پھر اس میں تصرف کی طاقت بھی رکھی کہ دو چیزوں کو ملا کر ایک تیسری چیز پیدا کرلو۔

انسانی ایجاد کی حقیقت

یہی انسان کی ایجاد کی حقیقت ہے۔ ایجاد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی مادہ خود پیدا کر دے انسان۔ سونے کو خود پیدا کر دے، چاندی کو پیدا کر دے۔ یہ نہیں ہے، بلکہ چند چیزوں کو ملا کر ایک چیز نکال لیتا ہے، یا دو چیزوں کو ملا کر ایک تیسری چیز بنا لیتا ہے، دو درخت ہیں دو قسم کے پھل ہیں۔ اُن میں قلم لگایا اور ایک تیسری نوع تیّار کر لی۔ سونے اور چاندی کو ملایا تو اُس سے طرح طرح کے ظروف اور برتن بنا لیے، تو انسان کی ایجاد کی حقیقت ترکیب اور تحلیل دو چیزوں کو ملا کر تیسری چیز بنا لینا یا ایک چیز کا تجزیہ کرکے اُس سے اجزاء نکال لینا اور اس سے چیزیں بنانا تو ترکیب کر دینا دو کی یا ایک کی تحلیل کرکے اس کے اجزاء کر دینا، یہی انسان کی ایجاد کا حاصل ہے ایک ذرّہ برابر زمین نہیں پیدا کر سکتا آدمی، پیدا شدہ میں سے کام نکال سکتا ہے آفتاب کی ایک کرن ساری دُنیا کے انسان ملیں تو نہیں بنا سکتے، لیکن ان کرنوں کی گرمی اور روشنی سے طرح طرح کی چیزیں بنا سکتے ہیں۔

ایجاد کا حاصل ترکیب اور تحلیل ہے

ایجاد کا حاصل ترکیب اور تحلیل نکل آتا ہے اس میں تفرف کیے جاؤ اور نکالے جاؤ، تو پیدا کی ہوئی تمام چیزیں حق تعالیٰ کی ہیں اُن کو جوڑنا، کھول دینا، ملا دینا، الگ کر دینا اس کی طاقت انسان کو دی گئی ہے اس سے وہ اپنے کام نکالتا رہتا ہے تو زمین کو ہم نے تمہارے لیے ذلیل بنا دیا ہے اور زمین ہی میں سارے خزانے چھپے ہوئے ہیں ان خزانوں کو تمہارے ہاتھ میں مسخّر کر دیا اس کے لیے ضرورت پڑتی ہے کہ آدمی چلے اور پھرے زمین میں تاکہ ان معدنیات کا پتہ چلائے کتنے سفر کرنے پڑتے ہیں اس لیے فرمایا کہ فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا زمین کے کندھوں پر چلو اور پھرو سفر کرو اور سیر کرو کہیں آدمی پیدل چلتا ہے، پیدل نہیں چل سکتا تو سواریاں، کچھ قدرتی سواریاں ہیں کہ گھوڑوں اور گدھوں پر سوار ہو کر جائے آدمی، جس کو فرمایا وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً ۔ گھوڑے اور گدھے اور خچر یہ سب کے سب ہم نے تمہارے لیے بنائے ۔ لِتَرْکَبُوْھَا تاکہ تم سواری بھی کرو اُن پر وَزِیْنَۃً اور اپنا ٹھاٹ اور کرّوفر بھی دکھلاؤ جب جلوس نکلتے ہیں تو گھوڑوں پر، ہاتھیوں پر، بڑی بڑی جھولیں دھریال ڈالی جاتی ہیں تاکہ حشم خدم پیدا ہو تو زینت بھی ہے اور سواری بھی وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا یہ تو وہ سواریاں ہیں جو آج موجود ہیں اور جو آگے اللہ پیدا کرے گا وہ اور بہت ہیں سو برس پہلے دو سو برس پہلے کس کو خبر تھی کہ موٹر ایجاد ہو جائے گا۔ ریلیں ایجاد ہو جائیں گی۔ یہ اُونٹ جو سواریاں ہیں اُن پر سواریاں شروع کیں، جب یہ ریل اور موٹر ایجاد ہوا تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ابرو پلین ایجاد ہو جائیں گے ہوائی جہاز، آج ہوائی جہاز ایجاد ہو گئے تو مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے آدمی، پھر ان جہازوں میں نئی نئی ایجادات ہیں کہ ایک جہاز ڈھائی سو میل چلتا تھا تو پانچ سو میل کی رفتار فی گھنٹہ میں نکال لیا اُنھوں نے اب اس کے بعد اطلاعات آرہی ہیں کہ ایک گھنٹہ میں ایک ہزار میل اُڑے گا ہوائی جہاز یا پندرہ سو میل اُڑے گا تو پندرہ سو میل ایک گھنٹہ میں طے ہوں گے ڈھائی ہزار میل ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہو جائیں گے۔ گویا یہاں سے آدمی ڈیڑھ گھنٹہ میں جدّہ پہنچ جائے گا اور جدّہ سے آدھ گھنٹہ میں مکّہ پہنچ جائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ آدمی چائے پی کر گھر سے کہے گا کہ میں ذرا عمرہ

کر آؤں جا کے اور کھانا یہیں کھاؤں گا آ کے، تو وہ چائے پی کے جائے گا ڈیڑھ گھنٹہ میں پہنچ گیا عمرہ کیا اور جہاز سے واپس آ کر گھر پر کھانا کھا لیا تو جو مسافت کہ آدمی اپنے پیروں سے نہیں طے کر سکتا تھا۔ حق تعالیٰ نے قلوب میں ایسی حکمتیں القاء فرمائیں کہ نئی سے نئی سواری آدمی نے ایجاد کی تو فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا زمین کے کندھوں پر تم چلو اور زمین کے تابع ہے فضا تو فضا میں اُڑو وہ بھی اس کے ساتھ میں آ گئی تو آسمان زمین کے درمیان میں جو ہے اور خلا ہے اس میں بھی انسان اپنی سواریاں پہنچا رہا ہے حتّٰی کہ اُس نے ہمتیں باندھیں کہ میں تو چاند پر پہنچ جاؤں گا اور اگر وہ پہنچنا چاہے اور اللہ تعالیٰ قدرت دے تو پہنچ بھی سکتا ہے آدمی اس میں کوئی مانع نہیں ہے کوئی ممنوع نہیں ہے وہ چیز، تو فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا۔ (زمین کے کندھوں پر تم چلو)

انتقالِ پُرملال

حضرت اقدس بانی جامعہ کے خلیفہ مجاز جناب حضرت حاجی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بانس بازار) کے سب سے چھوٹے جواں سال صاحبزادے محمد علی سڑک کے حادثہ میں زخمی ہونے کے دو ہفتہ بعد ۲۹ مارچ کو میو ہسپتال میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اس جانکاہ حادثہ پر تمام ارکان جامعہ مرحوم کے تمام برادران بالخصوص ان کی والدہ محترمہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

جامعہ کے قدیم معاون و ہمدرد جناب عبداللطیف صاحب (مالک گوشۂ شیریں انارکلی) پندرہ اپریل بروز جمعہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مرحوم کی وفات کارکنان جامعہ کے لیے انتہائی دُکھ درد کا باعث ہوئی۔ دُعا ہے کہ اللہ پاک مرحوم کے گناہوں سے درگزر فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کی اولاد کو مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔　(ادارہ)

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف ؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین واحباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۴، ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمد وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد، ایک صحابی ہیں، وہ نقل فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ فَلَمَّا وُضِعَ جب وہ جنازہ سامنے رکھا گیا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا لَا تُصَلِّ عَلَیْہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اس کی نماز جناب نہ پڑھائیں فَاِنَّہٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ۔ اس واسطے کہ یہ اچھا آدمی نہیں تھا، یہ تو بُرا آدمی تھا۔ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی النَّاسِ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کی طرف متوجّہ ہُوئے۔ فَقَالَ آپ نے دریافت فرمایا۔ ھَلْ رَاٰہُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ عَلٰی عَمَلِ الْاِسْلَامِ۔ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام کرتے دیکھا ہے کوئی؟

فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں نے دیکھا ہے اسے، حَرَسَ لَیْلَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ایک معرکے میں اس نے رات کا پہرہ دیا تھا میدانِ جہاد میں

فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز اس کی پڑھا دی اور جنازے میں شرکت فرمائی۔ قبر پر تشریف لے گئے، وَحَثٰی عَلَیْہِ التُّرَابَ اُس کی قبر پر مٹی ڈالنے میں خود شرکت فرمائی۔ مٹی خود بھی ڈالی اور یہ فرمایا اَصْحَابُکَ یَظُنُّوْنَ اَنَّکَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ۔ تیرے ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ تو جہنمی ہے، وَاَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اور مَیں یہ گواہی دیتا ہُوں کہ تو جنتّی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو سمجھایا، قَالَ یَا عُمَرُ اِنَّکَ لَا تُسْأَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ تم سے قیامت کے دن لوگوں کے کاموں کے بارے میں سوال نہیں ہوگا کہ فلاں نے کیا کیا تھا؟ یہ بات سُن لو یہ نہیں ہوگا۔ وَلٰکِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَۃِ "[1]

تم سے سوال ہوگا اسلام کے بارے میں اور اگر دوسروں کے بارے میں سوال ہوگا بھی تو وہ بھی یہی ہوگا۔ ایمان کی گواہی دی یا نہیں دی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا۔

ورنہ تم سے سوال دوسروں کے بارے میں نہیں ہوگا۔ تمہیں اپنے اُوپر نظر رکھنی چاہیے، اپنے دین پر اور اپنے اعمال پر، ہوتا ایسے ہے کہ بہت سی چیزیں انسان کی سمجھ میں یُوں آتی ہیں کہ فلاں آدمی یہ غلط کر رہا ہے اور شبہہ پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ شبہہ تقویت پکڑ لیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے روانہ فرمایا ایک جگہ وہاں ایک چیز اس طرح کی پیش آئی کہ دوسرے صحابہ کرام جو تھے اُنہیں شک گزرا۔ اور وہ شک تقویت پکڑ گیا۔ دلیل تھی۔ غلط کام تھا، ناجائز کام تھا ــــــــــ (اُن میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی بھی تھے۔)

یہ جب فتح کی اطلاع دینے آئے تو اُنھوں نے آکر یہ بتایا کہ ایسے ایسے ہُوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کام کیا۔ گویا بالکل ناجائز، تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نہیں۔ اگر اُنھوں نے ایسے کیا ہے تو ناجائز نہیں کیا بلکہ اُن کو اُس سے زیادہ کا حق تھا ناجائز نہیں کیا، ــــــــــ پھر اُن سے پُوچھا کیا تم حضرت علی سے بُغض رکھتے ہو؟ اُنھوں نے کہا جی ہاں مجھے تو اُن سے بُغض ہے طبیعت میں نفرت ہے ــــــــــ آپ نے فرمایا کہ اُن سے

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۳۳۶

بغض مت رکھو، پھر یہ کہتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبّت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہو گئی بعد میں، اور وجہ بتائی ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ بظاہر ایسی چیز بن ہوتی ہیں جن پر اعتراض ہو۔ حقیقتاً وہ نہیں ہوتیں، دیکھنے والا جو بادی النظر میں دیکھے گا وہ ہے اعتراض کرنے والا اور اگر مزاج میں غصّہ ہو تو الفاظ اعتراض کے اُس کے اسی طرح کے ہوں گے جیسے اس کا مزاج ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا کہ جناب اس کی نماز نہ پڑھیں۔ اب ساری چیز سب کے سامنے تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا سب صحابہ کرام کے سامنے ہے اور جہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہوتے تھے وہاں سب سے زیادہ مجمع ہوتا تھا اور سمجھ دار صحابہ کرام ہر وقت ہوتے تھے اور سادہ لوح بھی ہوتے تھے کیونکہ صحابہ میں دونوں طرح کے ہیں ایک وہ جو علماء کے درجے کے ہیں۔ مفتیوں کے درجے کے ہیں۔ قاضیوں کے درجے کے ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے زمانے میں بھی انہیں آپ نے اجازت دی تھی کہ ہاں فتوٰی دے سکتے ہیں۔ فیصلہ دے سکتے ہیں تو اس طرح کے لوگ جب موجود تھے اور اعتراض سب کے سامنے ہوا تو اس اعتراض کو اور اس بدگمانی کو دُور کرنے کے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پُورا سبق دیا اور پُورا سبق یہ ہے کہ

بُرے آدمی سے نفرت کے بجائے اس کے بُرے عمل سے نفرت کرنی چاہیئے

کسی آدمی سے نفرت نہیں کی جا سکتی اُس کے عمل کو بُرا دیکھ کر، عمل سے نفرت کی جا سکتی ہے اور وُہ بھی وقتی ہو گی جب وُہ چھوڑ دے تو وہ نفرت جاتی رہتی ہے۔ ایک یہ

کسی شخص کو بُرا کام کرتے دیکھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کا خاتمہ بھی بُرا ہو گا

دوسرے یہ کہ کسی آدمی کو غلط کام کرتا ہُوا دیکھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کا خاتمہ بھی خراب ہو گا یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں۔ لہٰذا نماز پڑھی جائے گی اُس کی، کوئی آدمی غلط کار بھی ہو جب مر جاتا ہے سب نماز پڑھتے ہیں اُس کی،

بُرے شخص کے جنازے میں علماء و مقتدا شریک نہ ہوں

تو ایسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ بڑے لوگ جو ہیں یا جنہیں لوگ بڑا سمجھتے ہیں جن کی لوگ پیروی بھی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو جو بزرگ ہوں آپ کے علاقے میں اُنہیں شریک نہ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ اس کے جنازے میں صرف رشتے دار ہی آئے ہیں باقی لوگ شریک نہیں ہوئے جیسے خودکشی کرکے کوئی مرتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ ہے تاکہ دوسروں کو سبق ہو اور نہ کریں ایسی حرکتیں۔ ایسے مسائل ہیں کہ یہاں یہ بتایا گیا ہے، جب اس کا انتقال ہوا ہے وہ کسی گناہ میں نہیں مرا۔ پھر اس کو یہ کہنا اور یہ سمجھ لینا کہ اس کی نماز نہ پڑھی جائے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کرنا کہ جناب نماز نہ پڑھیں، کسی چیز کو دیکھ لیا ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اس نے بُرا کام کیا ہے تو اُس کا اظہار فرمارہے ہیں کہ یہ فاجر ہے اور جو گناہ کا کام دیکھا ہوگا وہ بھی اتنا بڑا نہیں ہوگا۔ کیونکہ بہت بڑا گناہ اگر ہو تو اُس کا پتہ دوسروں کو بھی چل جاتا ہے اور وہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذکر فرمادیتے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بہرحال یہ تھا کہ اُن کی نظر میں آدمی وہ اچّھا نہیں ہے۔ جو اُنھوں نے کہا ہے کہ یہ کوئی اچّھا آدمی نہیں تھا۔

آدمی اچھائی بُرائی میں بدلتا رہتا ہے

یہ آدمی تو بدلتے رہتے ہیں۔ اَب اچّھا ہے کل بُرا ہوگا اور آپ اچّھا سمجھتے ہیں۔ تھوڑے دنوں بعد دیکھتے ہیں . . . وہ تو یہ ہوگیا وہ تو وہ ہوگیا، تو جو اچھے ہوتے ہیں، وہ بگڑتے رہتے ہیں جو بگڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ اچھے ہوتے رہتے ہیں۔

اگر کسی میں بُرائی دیکھو تو اسے اس سے روک دو لیکن دل میں نفرت نہ رکھو

اس واسطے جس آدمی سے کوئی بُری بات دیکھو اس کو ٹوک دو اس کو اچّھی بات سمجھا دو بُری بات سے منع کر دو۔ دل میں نفرت نہ رکھو۔ کیوں اس واسطے کہ یہ پتا نہیں ہے کہ یہ کل کو توبہ کرلے اور مجھ سے بھی اچّھا ہوجائے۔ اعتبار تو ہے خاتمے کا، اس کی خبر اور کسی کو ہو نہیں سکتی۔ اس واسطے ایک چیز بھی بتادی کہ تم کسی سے نفرت نہ رکھو کسی کو حقیر مت سمجھو۔ کوئی آدمی بُرا کام کر رہا ہے ضرور منع کرو فرض ہے مگر اسے حقیر جان کر نہیں بلکہ اس لیے منع کرو کہ شریعت نے بتلایا ہے کہ بُری بات سے روکتے رہو۔ اچھی بات بتلاتے رہو اس لیے، پھر اُس کے

بعد اس پر کتنا اثر ہُوا کتنا نہیں ہُوا۔ اس کا پیچھا کرنا یا اس کے بارے میں بُرا خیال جما لینا کہ ضرور خراب ہی آدمی ہے اور خراب ہی رہے گا یہ نہیں ہو سکتا، یہ منع ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دوسرا طریقہ اختیار فرمایا آپ نے پُوچھا کہ کسی نے اسے نیکی کرتے ہُوئے دیکھا ہے تو نیکی بہت بڑی نیکی گِنا دی اس کی، بہت بڑی نیکی ہے۔

میدانِ جہاد میں پہرہ دینے والے کا اجر

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو آدمی میدانِ جہاد میں پہرہ دیتا ہے اگر وہ مر جائے شہید ہو جائے گا تو مجاہد کا عمل تو جہاد ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے لیکن مرابط جو ہے یہ جو پہرہ دے رہا ہے اس کا عمل پہرہ دینے کا یہ قیامت تک چلتا رہے گا جیسا کہ اَب بھی پہرہ دے رہا ہے تو پہرہ دینے کی حالت میں جو مارا جاتا ہے اس کا اجر بہت زیادہ ہے تو پہرے کا بھی اجر بہت زیادہ ہے کیونکہ تھکے ہُوئے سب ہوتے ہیں اور جو پہرہ دے رہا ہے تھکا ہُوا وہ بھی ہے ڈبل کام کر رہا ہے اور جو پہرہ دے رہا ہے وہ اپنے سے زیادہ اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ ذمّہ داری اس کے سر آئی ہُوئی ہے۔ پہرہ دے رہا ہے وہ اکیلا ہے وہ نشانہ بھی بن سکتا ہے یا چند، مگر الگ الگ ہو جاتے ہیں کسی صورت میں۔

تو پہرے کی ذمّہ داری اس قسم کی ہے کہ یا آر یا پار اگر ذرا سی بھی غلطی ہو گئی تو سَب کے سب ختم اس واسطے اللہ نے اس کا اجر بھی ڈبل رکھا اور اتنا زیادہ کہ فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ مَرا ہے پہرہ دیتے ہُوئے شہید ہُوا ہے اُس وقت سے لے کر قیامت تک اس کو یہی اجر ملتا رہے گا جیسے کہ وہ پہرا دے ہی رہا ہے ہر وقت، تو اُس نیکی کا ذکر کیا۔

حَرَسَ لَيْلَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ایک رات اُس نے پہرا دیا۔ مَیں نے دیکھا مجھے پتا ہے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز پڑھا دی۔ پھر تشریف لے گئے جنازے میں ساتھ حتّٰی کہ دفن میں شرکت فرمائی پھر مٹی ڈالی پھر یہ اظہار فرمایا کہ تمہارے ساتھی یہ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ تم اُن کے سامنے ہو، سطحی چیزیں ہیں جن کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے ممکن ہے یہ وجہ ہوئی ہو۔ ممکن ہے یہ وجہ ہُوئی ہو، تو ایسے اعمال جو بظاہر غلط ہوں تو اُن کی وجہ اُن سے پُوچھی جائے تو وہ دُرست ہو سکتے ہیں اور علماء، اکابر، بزرگوں کے بہت قصّے آپ نے دیکھے ہوں گے سُنے ہوں گے۔ بظاہر وہ غلط تھے لیکن جَب وجہ پُوچھی گئی تو وجہ نکل آئی۔ وجہ نکل آئی تو غلط نہیں رہا۔ تو ایسی چیزیں جو ہوتی ہیں اُن کے بارے میں فرمایا اِن سے فیصلہ کر لینا اور ذہن میں ایک نتیجہ بٹھا لینا کہ یہ خراب ہی تھا خراب ہی رہا اور خراب

ہی رہے گا یہ نہیں چاہیے یہ تعلیم دی اور فرمایا تمہارے دوست تمہارے ساتھیوں کا خیال یہ ہے، تم کمینہ آدمی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جنتی ہو، تو حقیقت جو تھی وہ یہ تھی وہ فاجر نہیں تھا غلط کام اُس سے ہوئے تھے مگر اُن کی وجہ ضرور کوئی تھی اور اُس وجہ کا علم دوسرے کو نہیں ہوتا اور اُنھوں نے پُوچھا بھی نہیں ہوگا کہ اُس کی کیا وجہ ہے؟ خیال فرمالیا کہ بس ایسا ہوگا۔ البتہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ صحیح باتوں کا پتہ اللہ کے رسول کے فرمانے سے چل سکتا ہے۔

> اگر کسی میں بُرائیاں نظر آئیں تو اُس کا حل یہ ہے کہ اس سے پُوچھ لیا جائے کہ کیا وجہ ہے

پھر آپ نے آئندہ کے لیے تعلیم دی کہ دیکھو اگر کسی کو ایسی چیزیں نظر آئیں کسی میں تو پھر صحیح حل یہ ہے کہ اس سے پُوچھ لیا جائے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تاکہ بدگمانی قائم نہ ہو۔ کیونکہ تم سے پُوچھ نہیں ہوگی فلاں کا عمل دیکھا تھا۔ فلاں کا کیا حال تھا اور فلاں کا کیا حال تھا۔ بہت سے بہت یہ ہوگا کہ تم ایک دفعہ اسے سمجھا دو، کہہ دو جب تم نے کہہ دیا ایک دفعہ بس فارغ ہوگئے پھر تم سے پُوچھا بھی نہیں جائے گا کیونکہ فرض تم نے ادا کر دیا تبلیغ کا۔ ایک دفعہ کہنا ضروری ہے یہ فرض ہے اس کے بعد اگر کوئی نہیں کرتا کام پھر تمہارے ذمّہ نہیں رہا اور ممکن ہے کہ تم اسے تبلیغ کرو اور بتاؤ اُسے اور وہ بتائے کہ بھائی مجھے پتہ ہے اس مسئلہ کا، مگر وجہ یہ ہے۔ وجہ ہی نکل آئے تو تم سے لوگوں کے بارے میں سوال نہیں، وَ لٰکِنْ تُسْئَلُ عَنِ الْفِطْرَۃِ ہاں تم اپنے ایمان اپنے اسلام پر قائم رہو، اس کے بارے میں سوال ہوگا اپنے آپ کو دیکھو۔ یہ ہے دَور وہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعلیم حاصل کرنے کا تھا اور پھر اپنا زمانہ جب آیا تو پھر اُن کا حال عجیب تھا وہ اپنے بارے میں ڈرتے رہتے تھے پتا نہیں میرا کیا حال ہوگا کیا حشر ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ بالکل اپنے ہی اُوپر نظر رہ گئی، اس تعلیم کا اثر یہ ہُوا اور جس کسی کو دیکھتے تھے غلط کام کرتے ہُوئے تو ٹوک دیتے تھے صحیح بات بتا دیتے تھے۔ وفات کے وقت تک یہی کیفیّت رہی، وہ کسی وقت کسی اور جگہ آئے گی۔ انشاء اللہ

اللہ تعالیٰ! ہم سب کو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اسلام پر استقامت دے اور آخرت میں آپ کا ساتھ نصیب فرمائے۔

(قسط : ۲۰)

مخالفین کا منصوبہ

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ
اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔　　(سورہ ۸۶ طارق)

وہ ایک منصوبہ بنا رہے ہیں اور میں ایک منصوبہ بنا رہا ہوں سو ڈھیل دیجیے منکروں کو تھوڑے دن ڈھیل دے دیجیے۔[۲]

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۔
وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔

(سورۃ ۸ الانفال آیت ۲۹)

اور (اے نبی) وہ وقت یاد کرو جب (مکہ میں) کافر تیرے خلاف اپنی چھپی تدبیروں میں لگے تھے کہ تجھے باندھ کر ڈال دیں[۳] یا قتل یا جلاوطن کر دیں اور وہ اپنی مخفی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی مخفی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا تا۔ تَحْوِيْلًا

(سورۃ ۱۷ آیت ۷۶ - ۷۷)

---

[۱] قال ابن عباس هذا وعيد من الله عزوجل وقد اخذهم الله يوم بدر (تفسیر مظہری)

[۲] البتہ وہ لگے ہیں ایک داؤ کرنے میں اور میں لگا ہوں ایک داؤ کرنے ہیں۔ سو ڈھیل دے منکروں کو۔ ڈھیل دے ان کو صبر کر (حضرت شاہ عبدالقادرؒ)

[۳] تجھ کو بٹھا دیں۔ (حضرت شاہ صاحبؒ)

اور اُنھوں نے اس میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی کہ تجھے اس سرزمین (ملک عرب) سے عاجز کر کے نکال دیں اور اگر وہ ایسا کر بیٹھتے تو (یاد رکھ) تیرے (نکالے جانے کے پیچھے) مہلت نہ پاتے، مگر بہت تھوڑی (وہ سب تباہ کر دیے جاتے) ہم تجھ سے پہلے جو پیغمبر بھیج چکے ہیں ان سب کے معاملہ میں ہمارا قاعدہ یہی رہا ہے۔ اور ہمارے ٹھہرائے قاعدے کو تو بدلتا ہُوا نہ پائے گا۔

تشریح: جس قوم نے اپنا نصب العین یہ بنا رکھا تھا کہ اسلام کا نام و نشان مٹا ڈالے اس کی ناکامی اس سے زیادہ کیا ہوسکتی تھی کہ جس کو وہ مٹانا چاہتی تھی وہ بڑھ رہا تھا۔ پھیل رہا تھا اس کی حفاظت اور ترقی کے مرکز قائم ہو رہے تھے۔

عرب سے باہر افریقہ میں (مملکتِ حبش میں) مُسلمانوں کی ایک جماعت پہنچی ہُوئی تھی وہ ایک مرجع اور ایک [1] مرکز بن گئی تھی۔ قریش کا نمائندہ وفد جو اُس کو اکھاڑنے کے لیے گیا تھا وہ ناکام ہو چکا تھا۔ اَب تازہ ناکامی یہ تھی کہ یثرب میں اور خاص ان میں جو نہ صرف قریش کے ہم عقیدہ اور پیرو تھے بلکہ اُن میں قریش کی رشتہ داری اور قرابت بھی تھی۔ اسلام کی جڑیں مضبُوط ہو رہی تھیں۔
یہاں تک کہ ساری دُنیا کا مقابلہ کرنے کے عزم اور حوصلہ کے ساتھ فداکاروں کی ایک جماعت منظم ہو چکی تھی۔ وہ سخت جان جو دس بارہ سال تک مکّہ میں ہر طرح کی مصیبتیں جھیل کر اور امتحان و آزمائش کی بھٹی میں تپ کر کُندن ہو چکے تھے۔ وہ مکّہ سے نکل نکل کر یثرب پہنچ رہے تھے اور اس طرح ایک محاذ مضبوط ہو رہا تھا۔ اس پر قریش کے رہنما جتنے بھی خوفزدہ ہوں جتنے بھی چراغ پا ہوں کم تھا۔ کیونکہ زندگی اور موت کا سوال جو پہلے چلمن کے پیچھے سے جھانک رہا تھا، اَب بے نقاب ہو کر سامنے آ چکا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ قریش کے تمام سردار سر جوڑ کر بیٹھیں اور پوری سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کریں، چنانچہ مکّہ کے تاریخی پنچایت گھر یا کونسل ہاؤس (دارالندوہ) میں خاص اجلاس طلب کیا گیا۔ ارکان

---

[1] حضرتِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اُن کے تقریباً تیس ساتھی یمن سے بذریعہ جہاز روانہ ہوئے کہ خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر اسلام قبول کریں، مگر بادِ مخالف نے جہاز کو بندرگاہِ حجاز کے بجائے افریقہ کی بندرگاہ پر پہنچا دیا وہاں معلوم ہُوا کہ مُسلمانوں کی ایک جماعت حبش میں موجود ہے تو اُس کے پاس پہنچے اور اسلام قبول کر کے اس کے ساتھ رہنے لگے اور فتح خیبر کے موقع پر ۷ھ میں وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں باریاب ہوئے (بخاری شریف ص: ۵۴۷ وغیرہ)

ندوہ کے علاوہ دوسرے ہمنوا رہنماؤں کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی۔ ایجنڈا (غور طلب اور فیصلہ طلب مسئلہ) یہی تھا کہ اسلام اور اس کے داعی کا قصّہ کس طرح ختم کیا جائے۔

ربیع الاوّل کے پہلے ہفتہ میں یہ اجتماع ہُوا اور پوُری سنجیدگی سے مسئلہ پر غور کیا گیا۔ چند تجویزیں پیش کی گئیں۔

(۱) محمد[۱] (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بیڑیاں پہنا کر لوہے کی سلاخوں کے پیچھے باندھ کر ڈال دو۔[۲]
نجد کا ایک شخص جو وہاں وقت پر پہنچ گیا تھا اُس نے کہا اس سے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی مقبولیت بڑھے گی۔ لوگوں کی ہمدردیاں زیادہ ہوں گی اور بہت ممکن ہے اس کے ساتھی کسی طرح اُس کو چھڑا کر لے جائیں۔ اس سے قریش کی بدنامی اور ہوا خیزی ہوگی۔

(۲) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو وطن سے نکال دو[۳] تمہیں چُھٹی مل جائے گی۔ تم اپنا نظام قائم کر سکو گے اور موجودہ انتشار ختم ہوجائے گا۔

نجدی شیخ۔ بہت غلط رائے ہے، وہ ایسا ہوشیار ہے اور اُس کے کلام میں ایسی طاقت ہے کہ جہاں جائے گا اپنا جتھا بنالے گا۔ تمہارے لیے عذاب بن جائے گا۔

(۳) ابوجہل۔ میری تو قطعی رائے یہ ہے کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا کام تمام کر دیا جائے باقی یہ خطرہ کہ اس کے ولی (بنو ہاشم) انتقام لیں گے اور اس طرح قبائلی جنگ بھڑک اُٹھے گی تو اس سے نجات کی صُورت یہ ہے کہ کسی ایک قبیلہ کے آدمی قتل نہ کریں۔ بلکہ ہر ایک قبیلہ سے آدمی منتخب کیے جائیں، یہ سب مل کر حملہ کریں۔ اس صُورت میں خُون کی ذمّہ داری سَب پر ہوگی بنوہاشم اس اجتماعی طاقت کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ لامحالہ دیت اور خُون بہا طے ہوگا جس کو ہم لامحالہ سَب

---

[۱] پیش کرنے والا۔ رئیس قریش ابوالبختری۔ مقتول غزوۂ بدر۔ [۲] لیثبتوك [۳] اَوْ یُخْرِجُوْكَ (قرآنِ حکیم) نیز آخری آیت وان کادو لیستفزونك من الارض۔ پُورا ترجمہ اُوپر گزر چکا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز بھی کافی اہمیت اختیار کر چکی تھی کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پریشان اور عاجز کر کے سرزمین عرب سے ہی نکال دیں بظاہر اس پر عمل اس لیے نہیں ہُوا کہ اس میں یہ خطرہ محسوس کیا گیا کہ یہ جہاں پہنچ جائیں گے وہاں اپنا مرکز قائم کر کے حملہ کر دیں گے اور قریش کو تباہ کر دیں گے، مگر ارشادِ ربانی کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت حق جل مجدہٗ اس قومِ عرب یا قبیلہ قریش کو برباد کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے یہ تجویز منظور نہیں کی گئی کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو سنت اللہ یہ ہے کہ وہ قوم برباد ہو جاتی ہے جو اپنے نبی کو جلا وطن کر دے۔

مل کر ادا کریں گے۔

تمام اراکین نے ابو جہل کی تجویز سے اتفاق کیا اور اس کی تیاری شروع کر دی۔[1]

مخرجِ صِدق مکّہ سے ہجرت اور امدادِ خُداوندی

اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ ۔ (سورۃ ۱۷ اسرائیل آیت ۸۰)

(اے رب جہاں سے تو مجھ کو نکالے تو سچّائی کے ساتھ نکال)

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (سورۃ ۹ توبہ آیت ۴۰)

اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کی تو اللہ نے اس کی مدد کی ہے جب نکالا اس کو کافروں نے۔

○

گرمیوں کا موسم، ستمبر کی ۱۳ تاریخ، ربیع الاوّل کی یکم۔ پیر کا دن،[2] مکّہ والے گرمیوں میں مکان سے باہر ڈوڑھیوں کے سامنے یا راستہ کے کنارے پر چارپائیاں بچھا لیتے ہیں اور آدھی رات تک گپ شپ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معمول یہ ہے کہ تہائی رات تک نمازِ عشاء سے فارغ ہو جاتے ہیں پھر کچھ سورتوں کی تلاوت فرماتے ہُوئے باوضو بستر پر اور عموماً کھری چارپائی پر آرام فرماتے ہیں اس وقت کچھ آنکھ لگ جاتی ہے۔ صحن میں آپ تنہا ہی ہوتے ہیں یا آپ کی زوجہ مطہرہ، لیکن آج خلافِ معمول آرام نہیں فرما رہے اور آج آپ تنہا بھی نہیں ہیں۔ آپ کے چچا زاد بھائی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جن کی عمر تقریباً بائیس سال ہے وہ بھی حاضر ہیں اور کچھ باتیں ہو رہی ہیں۔ جیسے حساب سمجھا

---

[1] البدایۃ والنہایہ ص: ۱۷۵ و ص: ۱۷۶ ج: ۳ وغیرہا۔ من کتب السیر۔

[2] جو حضرات سفرِ ہجرت کے رفقاء یا اس سفر کے مددگار تھے اُنھوں نے تاریخ یا دن نہیں بیان کیا۔ دوسرے حضرات نے بیان کیا ہے چونکہ ڈائری یا روزنامچہ کا رواج نہیں تھا اور مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ کی تقویمات (جنتریوں) میں اختلاف رہنا تھا اس لیے قدرتی طور پر تاریخوں کے بیان میں اختلاف ہوگیا۔

ہم نے تقویم ہجری و عیسوی مرتبہ ابو النصر محمّد خالدی صاحب ایم اے (عثمانیہ) کے لحاظ سے یہ تاریخ اور دن مقرر کیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رہے ہیں۔

دوسری طرف عجیب بات یہ ہے کہ مکان سے باہر کچھ آدمی آرہے ہیں، تلواریں ان کے ہاتھ میں ہیں یہ نہایت خاموشی سے آتے ہیں اور دروازے کے قریب بیٹھ جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ دس بارہ آدمی آگئے ہیں ان میں ابوجہل بھی ہے ابولہب بھی اور عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف بھی اُن میں سے کوئی اُٹھتا ہے اور کواڑوں کی دراز سے جھانکتا ہے

اب آدھی رات گزر چکی ہے آخری پہر شروع ہوگیا ہے۔ پُورے مکّہ پر سنّاٹا چھا گیا۔ یہ کافر جو باہر آگئے تھے۔ غالباً کھڑے کھڑے تھک گئے اس لیے قطار لگا کر دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے ہیں۔ دفعتہً آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اُٹھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹاتے ہیں۔ اپنی چادر ان کے اُوپر ڈال دیتے ہیں پھر دروازہ سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ سورۂ یٰسین تلاوت فرما رہے ہیں اور جب کافروں کے برابر پہنچتے ہیں تو یہ آیت زبان مُبارک پر ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (سورۂ یٰسین ۳۶ آیت ۹)

(ترجمہ) کردی ہم نے اُن کے آگے دیوار اور اُن کے پیچھے دیوار پھر اُوپر سے ڈھانک دیا۔ سو اُن کو نظر نہیں آتا۔

اَب نہیں کہا جاسکتا کہ ان کافروں کو نیند آگئی تھی یا جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے اُن کی آنکھوں کے سامنے دیوار کھڑی کردی گئی تھی، لیکن جو اطمینان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہے اُس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے سامنے قدرت نے کوئی دیوار کھڑی کردی جس کو آپ محسوس فرما رہے ہیں (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اطمینان کی بھی انتہا ہوگئی کہ آپ یونہی نہیں گزر جاتے بلکہ دستِ مُبارک میں مٹی لیتے ہیں اور ہر ایک کے سر پر مٹی رکھتے ہُوئے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ نبی کا اعتماد و وثوق اور یقین ہے خدا پر اور خدا کے کلام پاک پر۔

خدا پر بھروسہ اور اطمینان کی دوسری مثال یہ نوجوان (علی رضی اللہ عنہ) پیش کر رہے ہیں

لہ ابن سعد و ابنِ ہشام (وغیرہ)

کہ وہ بستر پر آرام سے لیٹے ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ آج کی شب، شبِ مقتل ہے، دشمن اسی لیے اکٹھے ہو رہے ہیں کہ اس بستر والے کو ذبح کریں، آرام گاہ کو ذبح خانہ بنائیں، بستر والا نہ ہو تو جو بستر پر ہوگا وہ ذبح ہوگا مگر یا تو اللہ کی حفاظت پر اطمینان کامل ہے یا دیدارِ محبوب کے شوقِ مضطر نے موت کو بھی محبوب بنا دیا ہے۔

اگر مشاہدۂ دوست از پس مرگ است
حیاتِ خضر و مسیحا نصیب دشمن باد

یہی تسکین بخش اطمینان ہے کہ جیسے ہی لیٹتے ہیں سو جاتے ہیں۔ خدا جانے کتنی دیر تک یہ دشمن جو تلواریں لیے ہوئے تھے غافل بیٹھے رہے انہیں ایک شخص نے آکر چونکایا جس نے خبر دی کہ جس کو تم قتل کرنے آئے تھے وہ نکل گیا اور تمہاری غفلت کی انتہا ہے کہ خاک تمہارے سروں پر ہے اور تمہیں خبر نہیں۔ اَب یہ گھبرا کر اُٹھے۔ سروں پر ہاتھ پھیرے تو خاک آلود تھے یقین ہوگیا کہ یہ شخص سچ کہتا ہے۔ دروازہ دیکھا تو وہ بھی کھلا ہوا تھا۔

کسی کے مکان میں گھسنا بہت معیوب تھا مگر یہ لوگ ضابطۂ اخلاق سے دامن جھاڑ کر خاص منصوبہ کے تحت آئے تھے اور اَب ناکامی کی جھونجل بھی تھی۔ غصہ اور جوش میں اندر گھس گئے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی) کی جگہ خواجہ ابوطالب کا سب سے چھوٹا لڑکا "علی" بستر پر دراز خراٹے لے رہا ہے۔

حواس باختہ دشمنوں نے جھنجھوڑ کر اُٹھایا۔ پوچھا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ مجھے کیا خبر؟ جواب صحیح تھا، انہیں خبر نہیں تھی۔ بہت پوچھ گچھ کی ڈرایا دھمکایا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ نہیں بتا سکے۔

یہاں سے دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے۔ ایک لڑکی (ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماء) سامنے آئی۔ پوچھا تمہارے باپ کہاں ہیں؟ مجھے خبر نہیں۔ لڑکی نے جواب دیا۔ ابوجہل نے اس معصومہ کے اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ کان کی بالی گر گئی۔[1]

---

[1] ابن سعد و ابن ہشام وغیرہ۔

جَب ان بد بختوں کو یقین ہوگیا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو اُس کی تلاش میں دوڑے۔ مکّہ کی گلی گلی چھان ماری اور جَب کہیں پتہ نہ چلا تو فوراً منادی کرادی کہ جو محمد اور اس کے ساتھی کو زندہ گرفتار کرکے لائے یا اُن کا سَر لائے، اس کو (ایک دیت کے بموجب) سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سو اونٹ کا انعام معمولی نہیں تھا۔ انعام کے شوق میں بہت سے من چلے دوڑے مگر کامیابی کسی کو بھی نہیں ہُوئی کیونکہ ربّ محمدؐ۔ اپنے محمدؐ کی مدد کر رہا تھا۔ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

یہی تو ہے ارشادِ خداوندی فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (بلا شبہہ اللہ تعالیٰ نے اس کی (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی مدد کی) اور وہ جو دُعا بتائی گئی تھی جس کا ایک جز تھا۔ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (اور مجھے اپنے حضور سے قوّت عطا فرما ایسی قُوّت جو ہر حال میں میری مدد گار ہو) تو اس اطمینان سے زیادہ جس سے پُوری طرح مُسلّح ہوکر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بستر سے اُٹھے اور روانہ ہُوئے تھے۔ سلطانِ[1] نصیر کیا ہوسکتا ہے۔

صادق وامین کی امانتداری

دُشمنوں نے اگرچہ یہ خطاب[3] اَب چھوڑ[4] دیا تھا، مگر آپ کی صداقت وامانت ان دُشمنوں کی خاطر نہیں تھی بلکہ اس لیے تھی کہ آپ کی

(باقی ص ۳۶ پر)

[1] بخاری شریف ص: ۵۵۴ [2] ایسی قوّت جو ہر حال میں مددگار ہو۔ [3] آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے کہ عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ نے میرے نام کو سَب وشتم سے بچالیا انکو میرا نام لینا گوارا نہیں ہوتا یہ مُذمّم کو بُرا بھلا کہتے ہیں حالانکہ مَیں محمد ہُوں میرا نام مذمّم نہیں۔ (بخاری شریف ص ۵۰۱) [4] یہ خطاب استعمال نہیں کرتے تھے مگر آپ کی صداقت وامانت سے انکار نہیں تھا۔ مانتے تھے۔ جانتے تھے پہچانتے تھے کہ آپ صادق وامین ہیں۔ اسی پر تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (سورۂ مومنون) (کیا ان لوگوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے کہ اس کا انکار کرتے ہیں) قرآن حکیم نے اصل مرض کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اَنْدَادًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (معبودان باطل) کی محبّت اُن لوگوں سے حرکتیں کراتی تھی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورہ بقرع ۲۰) (کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو مانتے ہیں جن کو انھوں نے خُدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے کرنی چاہیے اور جو ایمان والے ہیں وہ بہت سخت ہوتے ہیں اللہ کی محبّت میں۔ حُبّ انداد یعنی معبودان باطل کی محبّت اور خدا کی محبّت میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اللہ سے محبّت کرنے والا ہٹ دھرمی نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ ہر موقع پر عدل وانصاف سے کام لو۔ حق کی شہادت دینے والے رہو كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ اور معبودان باطل کا کوئی حکم ہی نہیں اگر ہے تو باطل پرستی لہٰذا وہ جو کچھ کر بیٹھے کم ہے۔

(قسط:۱)

استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی دامت برکاتہم کا جامعہ میں

خطابِ لاجواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہ العالی حرمین شریفین سے ہندوستان واپس جاتے ہوئے چند روز کے لیے پاکستان تشریف لائے، مورخہ ۱۶ شوال المکرم ۲۹ مارچ بروز منگل لاہور پہنچے اور حسبِ عادت جامعہ میں قیام فرما ہوئے، مہتمم جامعہ حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب نے تقریر کرنے کے لیے اصرار کیا جسے آپ نے قبول فرمایا اور عشاء کے بعد مدرسہ کے صحن میں کثیر تعداد میں موجود علماء طلباء اور عوام کے سامنے تقریر فرمائی، یہ تقریر انتہائی بلیغ اور مؤثر تھی اس میں آپ نے اُمّت کو پیش آنے والی عام بیماریوں (حسد اور بغض) سے آگاہ فرما کر اس سے بچنے کی تلقین فرمائی قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جس وقت آپ کا تعارف پیش کیا جا رہا تھا آپ سٹیج پر موجود نہ تھے، فوراً ہی تشریف لے آئے اور تعارف کروانے والے سے معذرت کے ساتھ مائیک لے کر بغیر کسی تصنّع و بناوٹ کے انتہائی سادگی کے ساتھ تقریر شروع فرما دی جو تقریباً سوا گھنٹے جاری رہی، آپ کی یہ تقریر کیسٹ سے نقل کر کے نذرِ قارئین کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ احمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیّدنا و مولانا محمدا عبدہ ورسولہ اما بعد

عَنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ دَبَّ فِیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

محترم بزرگو اور دوستو! مَیں نے ابھی آپ کے سامنے ایک حدیث پڑھی جو نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک ارشاد ہے اُس میں آپؐ ہمیں اور آپ کو اور اپنی پُوری اُمّت کو ایک انتہائی مہلک بیماری سے باخبر فرما رہے ہیں۔ اس حدیث کے اندر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بیماریاں، ایسی بیماریاں جو پہلی اُمّتوں کو لگیں اور اُن اُمّتوں کو کھا چکیں۔ ایسا گھن جو دو چار آدمیوں کو نہیں، دس پانچ خاندانوں کو نہیں، بلکہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُمتوں کو لگا اور اُمّتوں کو کھا گیا۔ اَب ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ گھن تمہیں بھی کھانا چاہتا ہے۔ میری اُمت کو بھی لگنا چاہتا ہے، وہ بیماری جو پہلی اُمّتوں کو لگی اور ختم کر چکی، چونکہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی اُمّت سے بڑا تعلّق ہے اور ہر نبی کو اپنی اُمّت سے تعلّق ہوتا ہے، مگر جو تعلّق جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی اُمّت سے ہے وہ اور انبیاء کے تعلّق سے بہت فائق ہے، جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم باخبر ہیں اس مرض سے، اس بیماری سے جو اُمّتوں کو لگا اور کھا چُکا۔ اَب آپ کو اپنی اُمّت کی فکر ہے اور آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ گھن بڑھ رہا ہے اور بیماری لگا چاہتی ہے۔ اس لیے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہمیں اور آپ کو اور اپنی پُوری اُمّت کو اس بیماری سے باخبر فرما رہے ہیں اور اَب ارشاد فرما رہے ہیں دَبَّ فِیْکُمْ اور ایک روایت میں ہے دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ وہ بیماری جو تم سے پہلے اُمّتوں کی بیماری رہی ہے اور اُمّتوں کی اُمّتوں کو ختم کر گئی۔ اُن کے جاہ وجلال کو، اُن کی عظمت کو، اُن کی سیادت کو، سَب کو نیست و نابُود کر گئی اَب وہ بیماری تمہیں لگا چاہتی ہے —— ایک تو وہ بیماری ہوتی ہے جو ہمارے اور آپ کے جسم کو لگتی ہے ہم اس کی دوا دُکان سے لاتے ہیں۔ ڈاکٹر موجود ہے حکیم موجود ہے اس کے پاس جاتے ہیں علاج کراتے ہیں۔

انبیاء کرام کو جسم کی بیماریاں بتلا کر اُن کے علاج کے لیے نہیں بھیجا گیا

نبی کو دُنیا میں اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ وہ ہمارے

اور آپ کے جسم کی بیماریوں کو تلاش کرے۔ ہمیں اور آپ کو جسم کی بیماریوں سے آگاہ کرے۔ نہیں، نبی کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کی رُوح کو پاکیزگی عطا فرمائے اُس کو ان بیماریوں سے دُور کرے جو اُس کو آخرت میں خُدا کی رحمت سے دُور کرنے والی ہیں۔

انبیاء ان بیماریوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو رُوح کو لگتی ہیں

وہ ایسی بیماریوں کی نشاندہی کرتا ہے جو انسان کی رُوح کو لگتی ہیں۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہمیں اس حدیث کے اندر جس بیماری سے باخبر فرما رہے ہیں وہ جسم کی بیماری نہیں ہے بلکہ وہ رُوح کی بیماری ہے اور رُوح کو لگتی ہے ایک دو آدمی کے نہیں، جس طرح دُنیا میں بیماریاں آتی ہیں اور پُوری آبادیوں کو دیکھئے کہ اس بیماری کا شکار ہیں اسی طریقہ پر رُوح کو بیماری لگتی ہے اور جب وہ رُوحیں بیماری کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دُور ہو جاتی ہیں تو پھر وہ بیماری ایک ایسی وبا کی شکل اختیار کرتی ہے کہ گھر کے گھر، خاندان کے خاندان آبادیوں کی آبادیاں اس بیماری میں مُبتلا ہوتی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس کی فکر ہے کہ کہیں جس طرح خُدا کی رحمت سے دُور ہو کر بیماری وبا کی شکل میں لگی اور آبادیوں کی آبادیاں اُمّتوں کی اُمّتوں کو تہس نہس کرتی چلی گئی۔ اب وہ بیماری میری اُمّت کی طرف بڑھ رہی ہے کہیں میری اُمّت شکار نہ ہو جائے۔ اور جس طرح اُمَمِ سابقہ ذلیل وخوار ہوئیں۔ اللہ کی شریعت پہنچی اس شریعت کو پامال کر دیا اور دُنیا کے اندر ذلیل و خوار ہو گئیں۔ اللہ کے انبیا بھیجے گئے اس کے باوجود وہ اپنی عزّت کی حفاظت نہ کر سکیں کہیں میری اُمّت اس کا شکار نہ ہو جائے۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس حدیث کے اندر ہمیں اور آپ کو اس سے باخبر فرما رہے ہیں، وہ کیا بیماری ہے؟ کیا چیز ہے؟ جس نے اُمّتوں کی اُمّتوں کو کھا لیا وہ کونسا کیڑا ہے گھن جو لگا اور بالکل خاکستر کر گیا۔ کیا چیز ہے۔

دو مہلک بیماریاں

دو چیزیں اس حدیث کے اندر بیان فرماتے ہیں۔ کوئی لمبی چوڑی تقریر بھی نہیں، مَیں تو دس پندرہ منٹ کے لیے مولانا کے حکم کی تعمیل میں بیٹھا ہُوں یہ دو چیزیں ہیں اور ایسی چیزیں ہیں جن کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر معاشرہ کے اندر ملتی ہیں۔ نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جس سے باخبر کیا تھا اور ہمیں اور آپ کو یہ

بتایا تھا کہ دیکھو اس سے ہوشیار رہنا، اگر تم ہوشیار نہ رہے اور یہ بیماریاں لگ گئیں تو جو اِن بیماریوں کا نتیجہ پہلی اُمتوں کے اندر ظاہر ہُوا ہے۔ اس اُمّت کے اندر بھی وہی نتیجہ ظاہر ہوگا اور جس طرح اُن کی عزّت و آبرو، شریعت سیادت ہر چیز اس بیماری کی نذر ہو گئی اسی طریقے سے تمہاری عزّت و سیادت بھی ختم ہو جائے گی۔ وہ کیا ہے دو چیزیں؟ اس حدیث کے اندر بیان فرماتے ہیں۔ پہلی چیز نبی کریم علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا "اَلَا" کان کھول کر سُن لو کیا اَلَا وَھُوَ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ سب سے پہلی چیز فرماتے ہیں خُوب سُن لو کان کھول کر، سب سے پہلی چیز حسد ہے۔

حَسد کیا ہے؟

حَسد کیا چیز ہے، حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسد کا ترجمہ فرماتے ہیں اردو کے اندر "جلن" انسان کے دل کے اندر آگ لگی ہُوئی ہے کیا؟ دوسرے آدمی کو عزّت و آبرو خُدا نے دی ہے۔ مَیں ہوں۔ مجھے اپنے گھر کے اندر چین نہیں ہے مَیں لوٹ رہا ہوں آگ کے اُوپر لوٹ رہا ہُوں کیوں؟ اس لیے کہ دوسرے کا چین مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ دوسرے کو ـــــ خُدا نے اِس کے گھر کے اندر عزّت و آبرو دی ہے۔ مَیں اُس کا پڑوسی ہُوں، مجھ سے کچھ چھینا نہیں اس نے لیکن میرے دل کے اندر جلن ہے، حَسد ہے۔ مجھ سے اس کی عزّت و آبرو دیکھی نہیں جاتی۔ خُدا نے اولاد دی ہے، دولت دی ہے، ثروت دی ہے، چین و سکون سے کھا رہا ہے، مَیں اپنے گھر کے اندر ہُوں، میرا چھین کر نہیں کھایا، کوئی حصّہ نہیں بٹایا۔ مَیں اپنے گھر میں ہُوں، وہ اپنے گھر میں ہے۔ میرا اُس سے کوئی رشتہ داری کا کوئی تعلّق نہیں مگر مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ مَیں اپنے گھر کے اندر ہُوں مگر مَیں آگ پر لوٹ رہا ہُوں۔ مجھے چین و سکون نہیں ہے، کیوں؟ اس کے پاس دولت کیوں ہے؟ عزّت کیوں ہے؟ اُس کی اولاد کماتی کیوں ہے؟ اس کے گھر کے اندر رونق کیوں ہے؟ یہ وہ چیز ہے جس کو اس حدیث کے اندر فرماتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جلن ہے۔

دوسرے کے راحت و آرام کو دیکھ کر اپنے لیے بھی اللہ سے مانگنا بُرا نہیں

دیکھیے، ایک آدمی دولت مند ہے مَیں اللہ سے یہ دُعا کروں کہ الٰہ

العالمین مجھے بھی دولت دے دے۔ ایک آدمی باعزّت ہے مَیں اللہ سے یہ دُعا کروں کہ الٰہ العالمین مجھے بھی عزّت دے دے۔ ایک آدمی چین وسکون سے رہتا ہے مَیں پریشان ہُوں مَیں اللہ سے دُعا کروں کہ الٰہ العالمین جیسے یہ چین وسکون سے رہتا ہے ویسے ہی چین وسکون مجھے بھی دے دے اس میں کوئی بُرائی نہیں، یہ حسد نہیں ہے۔ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ حسد نام اس چیز کا ہے کہ یہ چین وسکون سے رہتا ہے اس کا چین و سکون غارت ہوجائے۔ مجھے ملے نہ ملے اس کے گھر میں دولت وثروت ہے یہ فقیر بن جائے۔ مجھے ملے نہ ملے۔ یہ ہے وہ بُرائی یہ وہ کمینہ چیز ہے، یہ وہ منحوس چیز ہے یہ وہ بیماری ہے جو ایک دو آدمی کو نہیں کھا سکی۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ اُمّتوں کی اُمّتوں کو لگی اور اُمّتوں کی اُمّتوں کو بھسم کر گئی۔ ایک دو آدمی کس چیز کا نام ہے۔ اُمّتوں کی اُمّتوں کو ختم کر گئی' اور کیا چیز ہے؟ حسد۔ وہ کیا جلن، کسی کی عزّت و آبرو نہ دیکھی جائے۔ کسی کی دولت و ثروت نہ دیکھی جائے۔ کسی کی وجاہت نہ دیکھی جائے کسی کا احترام و اکرام نہ دیکھا جائے، کسی کی رفعت و بلندی نہ دیکھی جائے اور آدمی یہ تمنّا کرنے لگے کہ مجھے ملے نہ ملے، لیکن اس انسان کے گھر سے یہ نعمت خُدا کی نکل جائے۔ یہ وہ بُرائی ہے جس سے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام باخبر فرما رہے ہیں۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا

اور یہ بُرائی ایسی بُرائی ہے کہ ہم اور آپ قرآن کے اندر سورتیں پڑھتے ہیں۔ آخری سورتیں ہیں۔ قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفٰثٰت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔

اللہ اپنے سب سے محبوب اور نبیوں کے سردار جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو باخبر فرما رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اے محمّد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یہ کہو، میری پناہ مانگو ان چیزوں سے اس سے اس سے اس سے' اور آخر میں فرماتے ہیں وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور حسد کرنے والے کے شر سے میری پناہ مانگو۔ یہ ایسی چیز ہے کہ حاسد کے دل میں حسد کرنے والے کے دل میں جو آگ ہے وہ آگ ایسی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اپنے نبی کو (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) باخبر فرما رہے ہیں کہ میری پناہ مانگو کہ تم جس

کے دل میں تمہاری طرف سے جلن ہے، وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ تم اس کے شر سے متأثر نہ ہو سکو، کیوں؟ اس لیے کہ اس کا شر تم تک پہنچ گیا تو یہ بڑی بُری بات ہوگی اور تم اس کے شکار بھی ہو سکتے ہو۔ یہ کیوں کہا جا رہا ہے؟ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو باخبر کیا جا رہا ہے یہ وہی چیز ہے جو پہلی اُمّتوں کو لگی اور کھا گئی۔ کیوں؟

حسد کرنے والا خُدا کی رحمت سے محروم رہتا ہے

دیکھیئے حسد کرنے والے کا انجام اس دُنیا کے اندر اچھا نہیں ہے۔ وہ خُدا کی رحمت سے محروم ہے، لیکن جس کے ساتھ حسد کا معاملہ ہوتا ہے اُس کا اس کو ہر طرح کی تکلیف پہنچانا وہ اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے، لیکن یہ بیماری جن کو لگ گئی وہ خُدا کی رحمت سے محروم ہے۔ اس لیے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنی اُمّت کو باخبر فرما رہے ہیں کہ یہ بیماری ——— ایسی بیماری ہے کہ اُمّتوں کو لگی کھا گئی کیوں؟ اس لیے کہ اس بیماری کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ خُدا کی رحمت اُٹھ جاتی ہے۔ اللہ اپنا مُنہ موڑ لیتا ہے۔ ایسا انسان، ایسے گھر، ایسی برادری، ایسے قبائل، ایسی آبادیاں، ایسی اُمّتیں جن کے اندر یہ بیماری ہو گی خُدا کی رحمت سے محروم ہو جائیں گی کیوں؟ اس لیے کہ اللہ کو یہ چیز پسند نہیں ہے، اللہ نے کسی کو دولت دی ہے، عزّت دی ہے، وجاہت دی ہے۔ عیش دیا ہے۔ یہ تو خُدا کی عطا ہے حسد کرنے والا جس کے دل میں آگ ہے کہ اس کے پاس سے نکل جائے گویا کہ دینے والے سے لڑ رہا ہے اللہ سے لڑ رہا ہے اس لیے پسندیدہ چیز نہیں ہے اور اگر دل کے اندر یہ آگ رہی اور اُس کا علاج نہ کیا گیا تو اُس کا نتیجہ علاوہ اس کے کچھ نہیں کہ ہمیشہ کے لیے خُدا کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔

حسد اس دُنیا میں انسانی آبادی سے بھی پہلے پایا گیا ہے

مفسّرین یہ کہتے ہیں کہ اس دُنیا سے پہلے یعنی انسان کی پیدائش سے پہلے حسد پایا گیا۔ اس دُنیا کو انسان سے آباد کیا نہیں ابھی اللہ نے، لیکن حسد کا وجود پایا گیا اور اس حسد کا انجام کیا ہوا اس سے انسان کو سبق لینا چاہیے وہ کیا؟ ایک واقعہ ہے آپ نے قرآن کے اندر پڑھا ہو گا اور بارہا سُنا ہو گا کہ اللہ نے یہ دُنیا بنائی، سب سے پہلے دُنیا میں زمین

نہیں تھی، پانی تھا۔ قرآن کہتا ہے وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ اللہ کا عرش پانی کے اُوپر تھا۔ زمین نہیں تھی اللہ نے جب اس زمین کو بنانا چاہا تو سب سے پہلے اس زمین کے اندر سے ایک ٹاپو نمودار ہُوا۔ ٹاپو چھوٹا سا زمین کا ٹکڑا مفسرین کہتے ہیں کہ وہ وہ جگہ ہے جہاں آج کعبۃ اللہ ہے دُنیا کے اندر سب سے پہلے جو زمین پانی کے اندر سے نمودار ہوئی وہ وہ جگہ ہے جہاں آج اللہ کا گھر ہے، اللہ نے اس کے بعد آسمان بنائے۔ آسمان کے بعد قرآن کہتا ہے کہ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰھَا پھر اس کے بعد وہاں اس ٹاپو سے جہاں تک چاہا وہاں تک زمین کو پھیلایا۔ اَب اللہ نے اس زمین کے اُوپر آباد کیا جنوں کو۔

اس زمین پر سب سے پہلے جن آباد رہے ہیں

جن سب سے پہلے اس زمین کے اُوپر رہے اور وہ سینکڑوں ہزاروں سال تک رہے اور عبادت کرتے رہے ان میں سے ایک جن بہت عابد و زاہد تھا۔ اپنی عبادت کی وجہ سے اتنا تقرب اس نے حاصل کیا کہ سینکڑوں سال کی عبادت پر وہ جنّت تک پہنچ گیا۔ اس زمین سے اللہ نے جیسی جیسی زمین تھی اس سے تھوڑا تھوڑا لے کر کے آدم کو بنایا۔

اور بنانے کے بعد اس میں رُوح پھونکی اور رُوح پھونک کر اس کو جنّت میں لے جا کر رکھا اور وہاں لے جا کر یہ حکم دیا کہ جنّت کے اندر فرشتے جو رہ رہے ہیں وہ اس آدم کو سجدہ کریں۔ حکم دیا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ آدم کو سجدہ کرو۔ اَب آپ یہ دیکھیے کہ ایک طرف تو آدم کو پتلا بنایا اور پتلا بنانے کے بعد رُوح پھونکی اور جنت تک پہنچا دیا۔ اُدھر جن ایک ایسا جن جس نے سینکڑوں سال عبادت اور پرستش کی اللہ کی اور اتنا تقرب حاصل کیا کہ سینکڑوں سال کی عبادت کے بعد اُس کو جنّت تک پہنچایا گیا اور اللہ یہ حُکم نہیں دے رہے ہیں کہ سجدہ کرو اس کو۔ سجدہ کرنے کا حُکم اس آدم کو دیا جا رہا ہے جس کو کل دُنیا کے اندر پتلا بنایا اور آسمان تک پہنچایا رُوح پھونکی اور آج کہا جا رہا ہے کہ آدم کو سجدہ کرو،

سب سے پہلے حسد شیطان کے دل میں پیدا ہُوا

مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں سے اُس جن کے اندر جس کو ہم اور آپ شیطان کہتے ہیں۔ اس کے دل کے اندر یہ سب سے پہلا حسد ہے جو پیدا ہُوا ہے۔ شیطان کیا ہے؟ ایک

جن ہے قرآن کہتا ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ یہ ایک جن ہے جس کو عبادت کی وجہ سے سینکڑوں سال کی یہ تقرب ملا کہ اللہ نے جنّت تک پہنچایا اور آدم کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑا۔ ادھر آدم کے پتلے کو بنایا رُوح پھُونکی اور جنّت تک پہنچایا اور پہنچا کر حکم یہ دیا جارہا ہے کہ اس کو سجدہ کرو۔ فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا حسد ہے جو رونما ہُوا۔ اور اللہ یہ فرماتے ہیں کہ سجدہ کرو اور ابلیس سجدہ نہیں کرتا کہ یہ حکم تو میرے لیے ہونا چاہیے تھا۔ اتنی پرستش کرتے کرتے اتنی عبادت کرتے کرتے میں جنّت تک پہنچا ہوں تو یہ تو کمال میرا تھا کہ مجھ کو سجدہ کا حکم دیا جاتا کہ مجھے سجدہ کریں۔ چہ جائیکہ کہ یہ آدم کو سجدہ کا حُکم دیا جا رہا ہے اور پھر میں آگ سے بنایا ہُوا ہوُں اور آگ کی یہ حیثیّت ہے کہ جدھر لگ جائے منٹوں، سیکنڈوں کے اندر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ زمین میں آگ لگائیے آسمان کی طرف بڑھتی ہے اور مٹی انتہائی ذلیل متواضع چیز جو پیروں کے اندر روندی جائے گی اور اُوپر سے پھینکیے زمین کی طرف آتی ہے۔ اصلِ تخلیق کے جس مادّے سے مَیں بنا ہُوں اس اعتبار سے بھی میری یہ اہمیّت ہے کہ سجدہ کا حکم فرشتوں کو دیا جاتا کہ مجھے سجدہ کریں چہ جائیکہ کہ مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ میں مٹی کے بنے ہُوئے اس پتلے کو سجدہ کروں، اس حسد کی وجہ سے انکار کر بیٹھا۔ اللہ فرماتے ہیں مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ کون سی چیز تیرے لیے مانع بنی، روکنے والی بنی اس چیز سے کہ جس کو مَیں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔

انسان اللہ کی قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے

مفسّرین کہتے ہیں کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے اپنی کل مخلوق کو دونوں ہاتھوں سے نہیں بنایا لیکن انسان کو دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے کیا مطلب ہے ؟ کہ انسان اللہ کی قدرتِ کاملہ کا ایسا نمونہ ہے کہ خدا کی کوئی مخلوق ایسا نمونہ نہیں ہے یہ فرماتے ہیں کہ اس کو مَیں نے سجدہ کے لیے کہا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ تو اپنی وہی جلن کا اظہار کیا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ الہ العالمین مجھے آپ نے آگ سے بنایا ہے۔ آگ تو ایسی چیز ہے کہ چند منٹوں اور سیکنڈوں کے اندر تہ و بالا کر دے چیز کو اسے تو مٹی سے بنایا ہے۔ میں اسے سجدہ کروں۔ سجدہ تو اسے کرنا چاہیے یہ سب سے پہلا حسد تھا جو رونما ہُوا اور اس حسد کا انجام کیا ہُوا وہ آپ

کے سامنے ہے کہ

شیطان کی حسد کی وجہ سے ہزاروں سال کی عبادت ایک لمحے میں برباد ہو گئی،

اللہ نے حکم دیا اُخْرُجْ مِنْھَا وہ سینکڑوں اور ہزاروں سال کی پرستش ایک لمحے کے اندر ختم ہوگئی آپ ایک تو وہ زندگی دیکھیے کہ اس دُنیا کے اندر خُدا کی عبادت کر کے اتنا تقرب حاصل ہُوا کہ جنّت تک پہنچا اور یہ سارا تقرب ایک لمحے کے حسد نے اس ساری عبادت کو خاک میں ملا دیا اور سالہا سال کی عبادت ختم ہوگئی کس چیز کا نتیجہ ہے؟ حسد کا نتیجہ ہے۔ نبی کریم الصّلوٰۃ والسّلام ہمیں اور آپ کو باخبر فرما رہے ہیں کہ دیکھو اتنی بڑی زندگی کی کمائی ہُوئی کھیتی حسد کی وجہ سے ایک لمحے کے اندر جل کر خاک ہوگئی۔ اس لیے اُمّتوں نے اگر اچھّے کام کیے بھی اور بعد میں حسد کی بیماری اُن کو لگ گئی تو جو کچھ اُنھوں نے کیا تھا وہ سب ملیامیٹ ہوگیا خدا کی رحمت سے محروم ہوگئے اس لیے فرماتے ہیں کہ دیکھو ہوشیار رہنا تمہارے دل کے اندر حسد اور جلن نہ پیدا ہونے پائے۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اس کی فکر ہے کہ ہمارے اور آپ کے دِل کے اندر حسد کی بیماری نہ پیدا ہو اگر پیدا ہو گئی تو وہ انجام جو حسد کا پہلے سے پایا گیا ہے دُنیا کے اندر یقیناً وہ انجام پایا جائے گا۔

دُنیا اسباب کے ساتھ جُڑی ہُوئی ہے

یہ دُنیا تو اسباب کے ساتھ جڑی ہُوئی ہے۔ سُورج نکلتا ہے، دِن ہو جاتا ہے، سُورج چھُپتا ہے رات ہو جاتی ہے اگر حسد پایا جائے گا تو یہ سبب جن چیزوں کا ہے اور حسد کا جو انجام ہے وہ ضرور پایا جائے گا۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس سے باخبر فرما رہے ہیں۔

انسانی آباد کاری کے بعد سب سے پہلا گناہ بھی حسد کا ہُوا ہے

اور مفسّرین کہتے ہیں کہ یہ تو حسد وہ تھا جو اس دھرتی پر آدم کے آنے سے پہلے رونما ہُوا فرماتے ہیں کہ اس دھرتی پر زمین پر آدم کے آنے کے بعد جو سب سے پہلا حسد رونما

ہُوا ہے، انجام اس کا بھی یہی ہے وہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں قرآن کے اندر ایک واقعہ ہے۔

ہابیل و قابیل کا واقعہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ آدم کے دو بیٹے ہیں ایک قابیل ہے اور ایک ہابیل ہے دونوں میں ایک مسئلہ پر پر اختلاف ہوگیا اس زمانے کے اندر ایک مسئلہ تھا اس کے سلسلے کے اندر دونوں میں اختلاف ہوگیا ہابیل صحیح تھا قابیل غلطی پر تھا۔ دونوں نے یہ کہا (ہابیل نیک آدمی تھا۔ ایمان رکھتا تھا۔ قابیل غلطی کے اُوپر تھا۔ دونوں نے یہ کہا) کہ اچھّا ہم اور تم دونوں اللہ کی خدمت میں نذر پیش کریں جس کی نذر قبول ہوجائے گی یہ دلیل ہوگی کہ وہ صحیح ہے دوسرا اپنی ضد چھوڑ دے۔ جب اللہ کے یہاں سے کسی ایک کے صحیح ہونے کی تائید ہوجائے تو جو غلطی کے اُوپر ہے وہ اپنے موقف سے ہٹ جائے۔ دونوں نے اللہ کے یہاں نذر پیش کی۔ اب قرآن کہتا ہے فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ایک کی نذر قبول کر لی گئی۔ دوسرے کی نذر نہیں قبول کی گئی۔ ہابیل کی نذر کو قبول کر لیا گیا اور حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نذر کے قبول ہونے کا اس زمانہ کے اندر طریقہ یہ تھا کہ آگ اُتری آسمان سے اور جس کی نذر قبول ہُوئی اس چیز کو ختم کر گئی۔ آگ میں جل گئی یہ پتہ چلا کہ یہ مقبول ہے۔ ہابیل کی نذر قبول کر لی گئی اور قابیل کی نذر کو قبول نہیں کیا گیا۔ مفسّرین کہتے ہیں کہ بس یہ نعمت خدا کی طرف سے جو ہابیل کو ملی کہ اللہ کے یہاں اس کی نذر قبول کر لی گئی اور قابیل کی نذر نہیں قبول کی گئی۔ بس اس نعمت کو قابیل دیکھ نہیں سکا۔ یہ وہ حسد ہے جو اُس زمین کے اندر سب سے پہلا رونما ہوا ہے تو قابیل کو ہونا یہ چاہیے تھا کہ دل کے اندر مطمئن ہو جاتا ——— کہ میں غلطی کے اُوپر ہُوں میں اپنی غلطی سے رجوع کرتا ہوں لیکن حسد جو انسان کو خدا کی رحمت سے محروم کرنے والا ہے اُس نے قابیل کو کہاں اُٹھایا۔ قرآن کہتا ہے کہ قابیل نے کیا کہا قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ۔ اتنی قوّت کے ساتھ کہتا ہے لام تاکید کا ہے نون تاکید کا ہے لَأَقْتُلَنَّكَ میں تجھے ضرور بالضرور قتل کر کے رہوں گا۔ کیوں؟ اس کا کیا قصور ہے؟ اس کی نذر اللہ نے قبول کیوں کی؟ بس یہ آگ اور جلن دل کے اندر برداشت نہیں کر سکا کہتا ہے قتل کر کے رہوں گا، تو دوسرا کہنے لگا کہ میرا کیا قصور ہے اس کے اندر؟ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ جو اللہ سے ڈرتے

ہیں اللہ تو اُنہی کی نیاز قبول کرتا ہے۔ میرے دِل میں خُدا کا خوف ہے۔ میں اس طریقہ کو اپنا رہا ہُوں جو طریقہ اللہ کا پسندیدہ ہے اللہ نے میری نیاز کو قبول کرلیا تو اس میں تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے۔ میرا کیا قصور ہے تو اپنے دل میں تقوی کو جگہ دے دے خُدا تیری نذر قبول کرلے گا۔ مَیں نے اللہ کا خوف اپنے دل کے اندر دیکھا خُدا کا خوف میرے دل کے اندر ہے مَیں تقوی کو اختیار کیے ہُوئے ہُوں۔ خدا نے میری نذر کو قبول کرلیا اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے کہتا ہے نہیں لَاَقْتُلَنَّكَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اور دوسری بات کہنے لگا کہ بھئی تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو دیکھو لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ایسا موقف اختیار کیا ہے جو کسی اللہ سے ڈرنے والا ہی کا موقف ہو سکتا ہے۔ کہنے لگا کہ بھئی اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے دست درازی کروگے تو بھئی مَیں تو تمہیں قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ مَیں اس دُنیا میں مظلوم بن کر مَر جانا پسند کرتا ہُوں مگر ظالم بن کر زندہ نہیں رہوں گا۔ کہتا ہے اگر تم مجھے مارنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہو تو مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ تو بھی میں تو تمہیں قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا نہیں، کیوں؟ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مجھے تو سارے جہان کے پالنے والے رب سے ڈر معلوم ہوتا ہے کل کو اگر خُدا مجھ سے پُوچھ لے گا کہ تُو نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ کیوں بڑھایا تھا تو مَیں کیا جواب دُوں گا؟ اَب کیا ہُوا، اس کے باوجود اس کے دل کے اندر حسد کی آگ دبی نہیں، کیا ہُوا اِس نے قتل کر دیا اُس کو۔

> **دُنیا میں جتنے بھی قتل ہوں گے اُنکا گناہ قابیل کو بھی ہوگا۔**

نتیجہ کیا ہے حدیث کے اندر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ یہ سَب سے پہلا قتل ہے آدم کی اولاد کا یہ سَب سے پہلا قتل ہے اس زمین کے اندر فرماتے ہیں قیامت تک جتنے قتل ہوں گے ہر ایک کے قتل میں سے گناہ قابیل کو ملتا رہے گا کیوں؟ اس لیے کہ اسی نے تو دُنیا کو قتل کرنا سکھلایا ہے۔ یہ خُدا کی رحمت سے محرومی کیوں ہُوئی حسد کی وجہ سے۔ اس لیے یہ حسد بڑی بُری چیز ہے۔ اِس حسد کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔ اس کو نکالنا چاہیے اپنے دل کو سمجھانا چاہیے رونا چاہیے اللہ سے دُعا کرنی چاہیے۔ اپنے آپ کو قابُو میں رکھنا چاہیے کہ یہ تو خُدا کی دی ہُوئی دولت ہے

اللہ نے اس کو دے دی۔ ہم بھی اللہ سے دُعا کریں ہمیں بھی دولت مل سکتی ہے۔ لیکن جلن دل کے اندر اور انسان کا یہ تمنّا کرنا کہ یہ دولت دوسرا اس سے محروم ہو جائے مجھے ملے نہ ملے۔ یہ ایسا گھن ہے کہ ایک آدمی کو لگے گا اسے خُدا کی رحمت سے محروم کر دے گا۔ خاندان کو لگے گا خاندان کو ملیا میٹ کر دے گا۔ آبادیوں کو لگے گا آبادیوں کو ذلیل و خوار کرے گا۔ اگر اُمّتوں کو لگ گیا تو اُمّتوں کا دیوالیہ کر دیا اس لیے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیں اور آپ کو دو بیماریوں سے باخبر کرتے ہیں ایک تو حسد ہے میں نے آپ کو بتایا کہ حسد کس چیز کا نام ہے دوسرے یہ کہ میں نے آپ کو بتایا کہ حسد محرومی کا سبب ہے انسان کے لیئے چاہے وہ ایک آدمی ہو جماعت ہو، خاندان ہو، قبیلہ ہو، آبادیاں ہوں جہاں آئے گی یہ بیماری ملیا میٹ کر جائے گی۔ خُدا کی رحمت سے محروم کر جائے گی۔ میں نے آپ کو دو واقعات سُنائے۔ یہ تو ایک چیز ہے۔

○

بقیہ : سیرۃِ مبارکہ

فطرتِ مبارکہ کا جوہر تھی، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو سمجھا رہے تھے وہ ان امانتوں کا حساب ہی کا تھا جو اُنہیں دُشمنوں کی آپ کے پاس تھیں، جو اَب منصوبۂ قتلِ ناحق کو کامیاب بنانے کے درپے تھے۔ آپ نے اس خطرناک اور ہیبت ناک فضا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی لیے چھوڑا تھا کہ جن کی امانتیں ہیں اُن کو واپس کرکے اور پُوری طرح حساب سمجھا کر تشریف لائیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن بعد روانہ ہُوئے جب امانتیں ادا کر چکے اور حساب سمجھا چکے۔

○

انوارِ مدینہ

نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی شکایت حافظ محمدؐ یعقوب صاحب خادمُ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے کی جائے، خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔ (ادارہ)

قاضی اطہر مبارک پوری

(قسط:۲)

علمائے اسلام کے القاب

کاتب کاتب کا لقب زمانۂ رسالت میں بہت باعظمت تھا، اور وہ حضرات کاتب کے لقب سے ملقب کیے جاتے تھے جو وحی الٰہی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکام وفرامین اور خطوط کی کتابت کیا کرتے تھے، جماعت صحابہ میں یوں تو بہت سے کاتب تھے مگر حضرت حنظلہ بن ربیع رضؓ خاص طور سے کاتب کے لقب سے مشہور تھے، علاّمہ ابن سعدؒ ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں

كَتَبَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً كِتَابًا لِذٰلِكَ الْكَاتِبُ[۱]

حنظلہ بن ربیع رضؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک تحریر لکھی تھی اس وقت سے وہ کاتب کے نام سے مشہور ہو گئے۔

صحابہ کرام میں جو بزرگ وحی و احکام رسول کے خصوصی کاتب تھے ان کے نام علاّمہ ابن قیم نے زاد المعاد میں درج کیے ہیں۔ ۱۔ حضرت ابو بکر رضؓ، ۲۔ حضرت عمر رضؓ، ۳۔ حضرت عثمان ۴۔ حضرت علی رضؓ۔ ۵۔ حضرت زبیر رضؓ ۶۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ ۷۔ حضرت عمرو بن عاص رضؓ۔ ۸۔ ابی بن کعب، ۹۔ حضرت عبد اللہ بن ارقم رضؓ ۱۰۔ حضرت زید رضؓ بن ثابت بن ثابت بن قیس بن شماس، ۱۱۔ حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی، ۱۲۔ حضرت مغیرہ رضؓ بن شعبہ ۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن رضؓ رواحہ، ۱۴۔ حضرت خالد رضؓ بن ولید، ۱۵۔ حضرت خالد بن رضؓ سعید بن عاص، کہا جاتا ہے کہ کتابت وحی کی خدمت سب سے پہلے انہی نے انجام دی۔ ۱۶۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ، ۱۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم آپ تمام کاتبین وحی واحکام میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔[۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد ج:۶، ص:۳۶ [۲] زاد المعاد، ج:۱، ص:۴۱

خلفائے راشدین کے زمانہ تک جو لوگ مکاتیب و فرامین لکھنے پر مامور تھے اُن کو بھی کاتب کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور بعد میں بعض علماء و مصنفین کے شاگرد جو اُستاد کا لکھنے کا کام انجام دیتے تھے، وہ بھی کاتب کے نام سے مشہور ہُوئے، جیسے واقدی کے کاتب علّامہ محمد بن سعد صاحبِ طبقات کاتب الواقدی سے مشہور ہیں۔

بنو امیہ اور بنو عبّاس کے دَور میں کتابت و انشا کا عہدہ سکریٹریٹ کا ہم معنی بن گیا اور سرکاری دفاتر میں کام کرنے والوں کو کاتب اور منشی کہنے لگے، اموی دَور میں عبدالحمید الکاتب نے اس میں بڑی شہرت حاصل کی، وہ اس درجہ کا کاتب تھا کہ اس نے کتابت کے اعتبار سے عربی رسم الخط میں کئی شکلیں ایجاد کیں اور طرز تحریر میں نئے نئے اسلوب ایجاد کیے، اسی طرح ابوالعباس احمد بن محمد الکاتب متوفی ۲۷۰ھ ابن العمید الکاتب، ابوالفضل محمد بن عمید الکاتب، ابو عبیداللہ حسین ابن معد الکاتب متوفی ۳۶۶ھ، ابن العماد الکاتب، ابو علی محمد بن علی بن حسین بن مقلہ الکاتب متوفی ۳۲۸ھ، ابن ابحان الکاتب اور ابوالفواز بن حسین بن علی بن حسین الکاتب متوفی ۵۰۲ھ وغیرہ فن کتابت و انشاء میں اتنے مشہور ہُوئے کہ اُن کے نام کے ساتھ یہ لقب بھی استعمال کیا جانے لگا۔[1]

بعد میں یہ لقب ان لوگوں کے لیے بولا جانے لگا جو انشاء پردازی اور خوشنویسی میں درجۂ کمال رکھتے تھے، آج کل لغوی معنوی کے ساتھ عربی اخبارات و رسائل کے مدیر اور مقالہ نگاروں کو بھی کاتب اور منشی کہتے ہیں۔

مُکتِب مکتب کے لقب سے وہ لوگ پُکارے جاتے تھے جو عربی رسم الخط کی کتابت میں کمال رکھتے تھے اور بچّوں کو اس کی تعلیم بلکہ عربی رسم الخط کی تعلیم کے ساتھ ادب و لغت کی بھی تعلیم دیتے تھے۔ علّامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے۔

هٰذِهِ النِّسْبَةُ اِلٰى تَعْلِيْمِ الْخَطِّ　　مکتب کی نسبت عربی رسم الخط کی طرف ہے اور
وَمَنْ يُّحْسِنُ ذَالِكَ وَيُعَلِّمُ　　جو آدمی خوشنویس ہوتا ہے اور بچّوں کو رسم الخط

---

[1] ان کے حالات کے لیے تاریخ ابن خلکان میں ان کے تذکرے ملاحظہ ہوں [2] کتاب الانساب لفظ مکتب

اَلصِّبْیَانَ الْخَطَّ وَالْاَدَبَ[1] اور اَدب کی تعلیم دیتا ہے اُس کو مکتب کہتے ہیں۔
جو لوگ ابتداء میں مکتب کے لقب سے مشہور ہوئے، علّامہ سمعانی نے اُن کے یہ نام بتائے ہیں: ابو سالم المکتب کوفی، حسین بن ذکوان المعلم المکتب بصری، عتبہ بن عمرو المکتب کوفی، ابو الطیب محمد بن جعفر بن یزید المکتب بغدادی، ابو بکر محمد بن علی بن حسن المکتب عنبری بغدادی اور عبید بن عمرو المکتب، ہمارے خیال میں مکتب کا لقب قدیم زمانہ میں اسی معنی کو ظاہر کرتا تھا جسے ہمارے زمانہ میں "میاں صاحب" اور "میاں جی" کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں؛

مُؤَدِّب مُسلمان بچّوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے لیے محلوں میں چھوٹے چھوٹے مکاتب ہُوا کرتے تھے ان میں تعلیم دینے والوں کو معلم اور مکتب وغیرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، خلافت راشدہ اور اس کے کچھ بعد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ان مکاتب میں عام مُسلمانوں کے بچّے پڑھتے تھے، مگر بعد میں جب خلفاء اور امراء کے بچّوں کو ان کے گھروں پر تعلیم دینے کا رواج ہوا اور اُن کی مخصوص ضرورت کے مطابق دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ تاریخ، شعر و اَدب اور اخلاق وغیرہ کی بھی تعلیم دی جانے لگی تو اس قسم کے معلمین مودّب کے لقب سے پُکارے جانے لگے، یہ لوگ عام طور سے علم الانساب، تاریخ و ثقافت اور شعر و ادب میں ماہر ہُوا کرتے تھے، فقہاء و محدثین خلفا و امراء کے بچّوں کو عام تعلیمی حلقوں سے الگ تعلیم دینا پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے وہ اس سے عام طور سے الگ رہے۔ علّامہ سمعانی کا بیان ہے۔

اَلْمُؤَدِّبُ ھٰذَا الْاِسْمُ لِمَنْ یُعَلِّمُ الصِّبْیَانَ وَالنَّاسَ الْاَدَبَ وَاللُّغَۃَ[2] مودب اس شخص کا نام ہے جو بچّوں اور عام لوگوں کو اَدب اور لغت کی تعلیم دیتا ہے۔

مندرجۂ ذیل مودّب اپنے اپنے دَور میں خاص شہرت کے مالک ہُوئے۔ ۱۔ صالح بن کیسان المؤدب مدنی حضرت عمر بن عبد العزیز کے مودّب تھے۔ ۲۔ ابو زکریا یحیٰی بن محمد بن قیس المؤدب مصری بنی جعفر کے مودب تھے۔ ۳۔ ابو اسمٰعیل ابراہیم بن سلیمان بن رزین المؤدب، آل عبید اللہ کے مؤدب تھے۔ ۴۔ ابو سعید المودب، مشہور مودبوں میں سے

[1] کتاب الانساب لفظ مکتب [2] کتاب الانساب لفظ مؤدب۔

ہیں۔[1]

ماہرانساب و عربیت شرقی بن قطامی کا خلیفہ منصور نے اپنے لڑکے مہدی کا مودب مقرّر کیا تھا، امام اَدب مفضل ضبیّ بھی مہدی کو لغت و ادب کی تعلیم دیتے تھے، امام کسائی نحوی ہارون رشید کے لڑکے امین کے مودّب تھے، ابو محمدؔ یزیدی، خلیفہ مہدی کے ماموں یزید بن منصور کو تعلیم دیتے تھے اسی لیے یزید کی نسبت سے مشہور ہُوئے۔[2] فرّاء نحوی خلیفہ مامون کے دونوں لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ امام ابن سکیت، امیر ابن طاہر کے لڑکے کو اَدب کی تعلیم دیتے تھے، چونکہ اس زمرہ میں فقہاء و محدثین بہت کم شامل ہُوئے اور اس میں ادیبوں ہی کا زیادہ حصّہ رہا اس لیے یہ لقب زیادہ رواج نہ پاسکا۔

منشی

علّامہ سمعانی منشی کے متعلّق لکھتے ہیں۔

هٰذِهِ النِّسْبَةُ اِلَی اِنْشَـآءِ	منشی کی نسبت سرکاری دفتروں
الْکُتُبِ الدِّیْوَانِیَّـةِ	اور خطوط و فرامین لکھنے کی طرف
وَالرَّسَآئِلِ[3]	ہے۔

منشی کے لقب سے یہ حضرات مشہور ہُوئے:

۱۔ ابو اسمٰعیل حسین بن علی بن عبد الصمد المنشی اصفہانی عراق کے صدر دیوان تھے، اور اس فن میں دُنیا میں مشہور تھے۔ ۲۔ ابو الفضل محمد بن عاصم المنشی سلطان سنجر بن ملک شاہ کے یہاں انشاء کی خدمت پر مامور تھے، ۵۴۱ھ یا ۵۴۲ھ میں انتقال کیا۔ ۳۔ ابو الفرج عبداللہ بن احمد حضرمی ابن المنشی متقدمین میں مشہور تھے۔[4]

بعد میں یہ لقب خاص طور سے انشاء پردازوں کے لیے استعمال ہونے لگا، آج کل عربی اخبارات و رسائل کے ایڈیٹر اور رئیس التحریر کو بھی منشی کہتے ہیں۔

خطیب

خطیب کا لفظ خطبہ اور خطابت سے ماخوذ ہے، ابتدا میں ان فصحاء و بلغاء کو خطیب اور خطباء کہا جاتا تھا جو فنِ خطابت میں کمال رکھتے تھے اور زبان دانی و

---

[1] فہرست ابن ندیم ص ۱۰۲، [2] ایضاً ص: ۴۸، [3] کتاب الانساب لفظ منشی۔ [4] کتاب الانساب لفظ منشی۔

زبان آوری میں مشہور تھے اور تقریر کے ذریعہ سحر بیانی کرتے تھے، مگر بعد میں یہ لقب ایسے علماء کے لیے مخصوص ہوگیا جو منبروں پر جمعہ کا خطبہ دیتے تھے اور وعظ کہتے تھے، علّامہ سمعانی کا بیان ہے۔

هٰذِهِ النِّسْبَةُ اِلَى الْخِطَابَةِ عَلَى الْمَنَابِرِ [1]　　خطیب کی نسبت منبروں پر خطابت و تقریر کی طرف ہے؛

جمعہ کے خطیب عام طور سے امامت بھی کیا کرتے تھے، چند خطیبوں کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادیؒ صاحبِ تاریخ بغداد ۲۔ شکیب بن شیبہ خطیب بصری، یہ خطیب منبر نہیں تھے، بلکہ فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ ۳۔ ابومحمد عقیل بن عمرو بن بکر بن سلیمان خطیب نیشاپوریؒ سب سے پہلے ان کے دادا بکر بن سلیمان کو خطیب کا لقب ملا، پھر اُن کے والد عمرو بن بکر خطیب ہوئے، ابومحمد عقیل نیشاپور کے حاکم بھی تھے اور اپنی حکومت کے زمانہ میں خطابت کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ ۲۸۶ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔

چوتھی صدی میں خطیبوں کا خاص لباس ہوتا تھا اور وہ عباء و قباء پہن کر خطبہ دیتے تھے، مگر خراسان کے خطیب اُن کے بجائے درّاعہ نامی لباس استعمال کرتے تھے، مقدسی کا بیان ہے۔

وَلَا يَتَرَدَّى الْخَطِيْبُ وَلَا يَتَقَبَّىٰ اِنَّمَا عَلَيْهِ دَرَّاعَةٌ وَلَا يَسْرَعُ الْخُرُوْجَ [2]　　خراسان کا خطیب جمعہ کا خطبہ دیتے وقت چادر اور قباء استعمال نہیں کرتا بلکہ اسکے جسم پر دراعہ ہوتا ہے، نیز خطیب اپنے حجرہ سے نکلنے میں جلدی نہیں کرتا۔

ان خطیبوں اور اماموں کے لیے صاحب علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ مؤثر اندازِ خطابت رکھنا ضروری تھا۔

مُذَکِّر　مذکر کا لفظ تذکیر سے ماخوذ ہے، جس کے معنی یاد دلانے والے اور نصیحت کرنے والے کے ہیں، یہ لقب سب سے پہلے قرآن نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

---

[1] کتاب الانساب ورق ۲۰۴ [2] احسن التقاسیم ص: ۳۲۷ بڑی بڑی مسجدوں میں امام اور خطیب مسجد سے متصل اپنے حجروں میں رہتے تھے اور خطبہ اور نماز کے قریب نکلتے تھے اولی کی جامع مسجد میں آج تک یہ دستور قائم ہے۔

لیے استعمال کیا ہے۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ دوسری جگہ فرمایا گیا: وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

بعد میں یہ لقب ان وعظ و نصیحت کرنے والے علماء کے لیے بولا جانے لگا جو عام مسلمانوں کو دینی احکام بتاتے اور عذاب و ثواب اور جنّت و جہنّم وغیرہ کو یاد دلاتے تھے، علامہ سمعانی لکھتے ہیں:

هٰذِهِ اللَّفْظَةُ لِمَنْ يُّذَكِّرُ وَ يَعِظُ[1]　　یہ لفظ اس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو وعظ و نصیحت کرتا ہے۔

جو علمائے دین خاص طور سے مذکر کے لقب سے مشہور ہوئے، اُن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ ابو محمد عبدالواحد ابن احمد زہری المذکر صائم الدہر تھے۔ ہر دوسرے دن قرآن ختم کرتے تھے مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اولاد میں سے تھے، ۳۸۲ھ میں انتقال فرمایا۔ ۲۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن شاذران المذکر رازیؒ بڑے شیریں زبان اور ہنس مکھ بزرگ تھے۔ علم حدیث کے ساتھ تصوف کے اسرار و حقائق کے بھی عارف تھے، ۳۷۶ھ میں وفات پائی۔ ۳۔ ابوبکر محمد بن علی بن حسین المذکر نیشاپوری، آپ کوچۂ عیسیٰ بن ماسرجس کی مسجد میں وعظ و تذکیر فرماتے تھے، ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ ۴۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن عمر المذکر نیشاپوری متوفی ۳۶۴ھ، ۵۔ ابو محمد عبداللہ بن ابی القاسم عمر بن عبداللہ ابن ہثیم المذکر اصفہانی بڑے دین دار اور فاضل بزرگ تھے، حدیث کے بھی بڑے عالم تھے[2]۔

بعد میں یہ لقب واعظ کے ہم معنی ہوگیا اور چوتھی صدی تک وہ واعظ مذکر کے خطاب سے یاد کیے جانے لگے جو فن وعظ و تذکیر میں مہارت رکھتے تھے، علامہ مقدسی بشاری نے احسن التقاسیم میں (جو ۳۷۵ھ کی تصنیف ہے) ہر اقلیم اور ہر مقام کے مذکروں کا حال بیان کیا ہے، مثلاً اقلیم شام کے شہر ایلیا کے بیان میں لکھتے ہیں

وَالْمُذَكِّرُوْنَ بِهٖ قُصَّاصٌ[3]　　ایلیا کے مذکر قصّہ گو ہوتے ہیں۔

اقلیم خراسان کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَلِلْمُذَكِّرِيْنَ بِهٖ صِيْتٌ عَجِيْبٌ[4]　　یہاں مذکروں کی بڑی شہرت ہے۔

---

[1] کتاب الانساب ورق ۵۱۷ [2] کتاب الانساب ورق ۵۱۸ [3] احسن التقاسیم ص: ۱۸۲ [4] ر ر ص: ۳۲۳۔

اقلیم دیلم کے بیان میں لکھتے ہیں۔

وَرَسْمُهُمْ بِجُرْجَانَ اَنَّ التَّذْكِيْرَ لِلْفُقَهَآءِ وَاَهْلِ الرِّوَايَاتِ [1] — جرجان میں رسم ہے کہ وعظ و تذکیر فقہاء اور اہلِ روایات کے لیے مخصوص ہے۔

رے کے بیان میں ہے:

وَلِمُذَكِّرِيْهِمْ فَنٌّ [2] — یہاں کے مذکروں کو تذکیر کا فن آتا ہے۔

اقلیم سندھ کے بیان میں ہے۔

وَلَيْسَ لِلْمُذَكِّرِيْنَ بِهٖ صِيْتٌ وَلَا لَهُمْ رُسُوْمُ تَذْكِيْرٍ [3] — یہاں پر مذکروں کا چرچا نہیں ہے اور نہ یہاں کے باشندوں میں اس کا رواج ہے۔

چوتھی صدی کے بعد مذکر کا رواج کم ہوگیا اور اُس کی جگہ واعظ کے لقب نے لے لی۔

واعظ مذکر اور واعظ دونوں تقریباً ہم معنی ہیں مگر واعظ کی اصطلاح مذکر کے مقابلہ میں نئی ہے، علامہ سمعانی نے چند مشہور واعظوں کے نام لکھے ہیں، جیسے ۱۔ ابوالقاسم بکر بن شاذان الواعظ، متوفی ۴۰۵ھ ابونصر عبدالرحمٰن بن محمد بن جعفر عقیلی الواعظ، متوفی ۳۳۲ھ [4]

واعظوں کی فہرست بہت طویل ہے اور بڑے بڑے علماء اس لقب سے مشہور ہیں۔

محتسب محتسب کا لفظ ان حضرات کے لیے بولا جاتا ہے جو عام مسلمانوں کے احتساب اور حسبہ کی خدمت انجام دیتے تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمّہ داری سنبھالتے تھے، علّامہ سمعانی لکھتے ہیں۔

هُوَ اَنْ يَّاْمُرَ النَّاسَ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ — احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام ہے۔

اس خدمت پر مامور حضرات محتسب کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ ۱۔ ابو عبد محمد بن حسن بن یحییٰ بن اشعث بخاری المحتسب ۲۔ فقیہ ابو حفص احمد بن احمد بن حمران المحتسب ۳۔ ابونصر منصور بن محمد بن احمد بن حرب المحتسب ۴۔ ابومحسن احمد بن علی بن حسین بن محمد

---

[1] ص: ۳۸۶ [2] احسن التقاسیم ص: ۳۹۱ [3] ص ۴۸۱ [4] کتاب الانساب ورق ۵۷۷۔

المحتسب اس خدمت کو انجام دیا کرتے تھے۔[1]

مُسلمانوں کے دورِ اقبال میں محکمۂ احتساب ہر سلطنت میں رہتا تھا، آج کل سعودی عرب میں محتسب کو مطوّع کہتے ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی مُسلمان بادشاہوں کے دَور میں یہ محکمہ قائم تھا۔

اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، جن میں احتساب کے حدود و شرائط اور اُس کے آداب بیان کیے گئے، ہمارے علم میں اس موضوع پر سب سے پہلی اور جامع کتاب امام یحیٰی بن عمر الکنانی اندلسی قیروانی متوفی ۲۸۹ھ کی احکام السُّوق ہے جس میں اسلام کے شہری حقوق اور بازار کے نظام کے احتساب کا مفصل بیان ہے نیز حضرت شیخ سنانی دہلوی کی کتاب نصاب الاحتساب اس فن میں مشہور ہے اور حال میں محتسب اسلام کے نام سے اس موضوع پر اُردو میں ایک کتاب لکھی گئی ہے۔

مزکّی مزکی کا لفظ تزکیہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی صفائی کرنے اور اسلامی عدالت کے گواہوں کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہنچا کر اُن کی توثیق کرنے کے ہیں۔ علّامہ سمعانی کا بیان ہے۔

هٰذَا اسْمٌ لِمَنْ يُزَكِّي الشُّهُوْدَ وَيَبْحَثُ عَنْ حَالِهِمْ وَيُبَلِّغُ الْقَاضِيَ حَالَهُمْ	مزّکی اس شخص کو کہتے ہیں جو گواہوں کی تحقیق کر کے اُن کے صحیح حالات معلوم کرتا ہے اور قاضی کو اُن کی خبر دیتا ہے۔

مزکیوں میں یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۔ ابو حامد احمد بن ابراھیم بن محمد بن یحیٰی المزکی، اُن کے والد بھی مزکی تھے۔ نہایت صالح اور اپنے زمانہ کے عبّاد و زہّاد میں سے تھے۔ ۲۔ ابوالفضل المزکی مشہور مزکی اور محدث عصر تھے۔ ۳۔ ابواسحاق ابراھیم بن محمد بن یحیٰی المزکی، نیشاپور کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ۴۔ اور ان کے بیٹے یحیٰی بن ابراھیم المزکی بھی اسی عہدہ پر فائز تھے۔ یہ عہدہ ذاتی قابلیت کی بناء پر دیا جاتا تھا، مگر بعض خاندان کے افراد نسلاً بعد نسلٍ اس

---

[1] کتاب الانساب ورق ص۵۲۸

خدمت پر مامور ہوا کرتے تھے۔ علّامہ سمعانی کا بیان ہے۔

وَاشْتَهَرَ بِهٰذَا اَنِیسَابُورَ بَیْتٌ كَبِیْرٌ فِیْهِمْ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُحَدِّثِیْنَ الْكِبَارِ [1]

مزکی کے عہدہ میں نیسا پور کا ایک بڑا خاندان مشہور ہے جس میں بڑے بڑے محدّث ہوئے ہیں۔

ابواسحاق ابراہیم مزکی اور اُن کے صاحبزادے یحیٰی بن ابراہیم مزکی اسی خاندان کے افراد تھے۔ تزکیہ کی صُورت یہ ہوتی تھی کہ جو لوگ اس عہدہ پر رکھے جاتے تھے وہ اسلامی عدالت کے گواہوں کے حالات اور معاملات کی تحقیق کرتے اور اُن کے ظاہری اور باطنی امور کی بھی تفتیش کرتے، ان کے دفتروں میں علاقہ وار لوگوں کے نام، پتے اور حالات کی تفصیل بھی ہوتی اور بوقت ضرورت عدالتیں گواہوں کے بارے میں ان سے معلومات حاصل کیا کرتی تھیں۔ علّامہ مقدسی بشاری خراسان کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

وَیَشْهَدُ كُلُّ وَاحِدٍ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ غَیْرَ اَنَّ فِیْ كُلِّ بَلَدٍ عِدَّةً مِّنَ الْمُزَكِّیْنَ، فَاِنْ طَعَنَ الْخَصْمُ عَلَی الشَّاهِدِ سُئِلَ عَنْهُ الْمُزَكِّیْ وَلَا یَتَحَنَّكُ فِیْهِ اِلَّا فَقِیْهٌ اَوْ رَئِیْسٌ [2]

اس ملک میں ہر شخص ہر معاملہ میں گواہی دیتا ہے البتہ ہر شہر میں متعدد مزکی ہوا کرتے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے گواہ کو جُھوٹا کہتا ہے یا اس میں عیب نکالتا ہے تو اس کے بارے میں مزکی سے سوال کیا جاتا ہے اور اس مرتبہ پر فقیہ یا رئیس فائز ہوتا ہے۔

چونکہ یہ عہدہ اس اعتبار سے بہت اہم اور ذمّہ دارانہ ہوا کرتا تھا کہ عامۃ المسلمین کے بارے میں اچھے بُرے ہونے کی رائے قائم کی جاتی تھی اور اسی کے مطابق فیصلہ ہُوا کرتا تھا۔ اس لیے اس منصب کے لیے بہت ہی ثقہ اور معتبر حضرات منتخب کیے جاتے تھے۔

---

[1] کتاب الانساب ورق ۵۲۶　[2] احسن التقاسیم ص: ۳۲۷

"ہے کوئی اِس جیسا شربت تو بتائیں؟"
قرشی
جامِ شیریں
"خالص قدرتی اجزاء کے عرقیات سے
تیار۔ پانی میں فوراً حل ہوجاتا ہے اور
طبیعت میں بھاری پن نہیں لاتا۔
اور ہاں ... اس میں عرقِ صندل بھی
شامل ہے جو گرمی میں ٹھنڈک
پہنچاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ
کہ اس کا مزہ مجھے کیا سارے گھر کو
بے حد پسند ہے!"
شربت
جامِ شیریں
100 فیصد خالص 100 فیصد تسکین

MPL

قربانی

فضیلت، طریقہ، ثواب اور احکام

حضرتِ اقدس مولانا سید محمد میاں صاحبؒ

فضیلت اور ثواب

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ، یہ قربانی کیا ہے ؟ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تمہارے جدِّ امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سُنّت ہے ۔

صحابۂ کرام نے پھر عرض کیا ۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ثواب کیا ہوتا ہے؟ ارشاد ہُوا ۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی[1] نیز ارشاد ہُوا ۔ قربانی کے دنوں میں سب سے افضل عمل قربانی ہے ان دنوں میں قربانی سے زیادہ اور کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے ۔

قربانی کرتے وقت خُون کا قطرہ زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک درجہ پا لیتا ہے ۔ پس پُوری خوش دِلی سے اس فرض کو انجام دو[2]

قربانی کِس پر واجب ہے

(۱) جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے ، بقرعید کے دنوں میں اسی پر قربانی واجب ہوتی ہے ۔

(۲) اگر ۱۲ ذی الحجہ کو غُروب آفتاب سے پہلے مسافر وطن لوٹ آیا ، یا کہیں پندرہ روز قیام کا ارادہ کرلیا ۔ یا غریب آدمی صاحبِ نصاب بن گیا تو اُس پر قربانی واجب ہوگئی ۔ اگر ذبح کرنے کا وقت نہ مل سکے تو اگلے روز اُس کی قیمت صدقہ کرے ۔

---

[1] ابن ماجہ ، حاکم وغیرہ ۔ ترغیب وترہیب ص ۱۸۹ [2] ابن ماجہ

(۳) اگر اتنی حیثیّت نہ ہو کہ صدقۂ فطر اس پر واجب ہو تو قربانی اس پر واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر قربانی کر دے گا تو بہت بڑے ثواب کا مستحق ہو گا۔

(۴) قربانی صرف اپنی طرف سے واجب ہوتی ہے، اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہوتی۔ اگر بیوی صاحبِ نصاب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ یہ قربانی اپنے پاس سے کرے گی۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے تو آپ اپنے ماں باپ یا سرورِ کائنات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، صحابہ کرام، اہل بیت یا اپنے پیر یا اُستادوں کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لیے بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

وقت

(۱) ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی بقر عید کے دن سے لے کر بارہ ذی الحجہ کی شام تک قربانی کا وقت ہے۔ آپ جس دن چاہیں قربانی کر دیں، مگر بہتر یہ ہے کہ بقر عید کے دن قربانی کریں۔

(۲) ان دنوں میں رات کو بھی قربانی کی جا سکتی ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ دن کے وقت قربانی کی جائے۔

(۳) بارہ ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے وقت قربانی کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) قربانی کرنے والا جب تک نمازِ عید سے فارغ نہ ہو جائے قربانی کرنا دُرست نہیں ہے، البتّہ اگر آپ دیہات میں رہتے ہیں جہاں عید کی نماز واجب نہیں ہوتی یا آپ دیہات پہنچ گئے ہیں۔ یا آپ نے قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دیا ہے تو دیہات میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کی جا سکتی ہے۔

طریقہ

قربانی کے جانور کو قبلہ رُخ لٹاؤ اور یہ دُعا پڑھو۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَلَكَ۔ [1]

پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرو۔ ذبح کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

بہتر یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرو۔ ورنہ قربانی کے وقت وہاں موجود رہو اور اُوپر لکھی ہُوئی دُعائیں پڑھو۔

نیت قربانی کے وقت دِل سے یہ ارادہ ضروری ہے کہ مَیں یہ قربانی اپنی طرف سے کر رہا ہُوں (نفلی قربانی میں اُس کی نیت کرے جس کو ثواب پہنچانے کے لیے یہ قربانی کر رہا ہے) باقی نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح یہ دُعائیں جو اُوپر لکھی گئی ہیں پڑھنی ضروری نہیں ہیں اگر پڑھ لی گئیں تو دُعاء مسنون پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ ورنہ یہ ثواب نہیں ملے گا۔ قربانی بہرحال ہو جائے گی، مگر ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والے کو اور جو اس کے ساتھ جانور کو قابُو رکھنے میں شریک ہے اُس کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ضروری ہے۔

قربانی کے جانور اور اُن کے حصّے چھ جنس کے جانور جو گھر میں پالے جاتے ہیں قربانی اُنہی میں سے کسی کی کی جا سکتی ہے یہ نر ہو یا مادہ ہر ایک کی قربانی جائز ہے۔ چھ جنسیں یہ ہیں۔

اُونٹ، بیل، بھینس، دُنبا، بکرا، بھیڑ۔

ان میں سے اوّل کے تین جانوروں کو عربی میں "بدنہ" کہا جاتا ہے۔ ان کو ہمارے یہاں

---

[1] ترجمہ: مَیں نے رُخ کر لیا اپنا اس اللہ کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ سب سے ہٹ کر صرف اسی کا ہو کر اور مَیں مُشرک نہیں ہُوں۔ بیشک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور مَیں سب سے پہلے اپنے ربّ کا فرماں بردار ہوں۔ اے اللہ یہ عطیہ تیری ہی طرف سے ہے اور یہ قربانی تیرے ہی لیے ہے۔

بڑے جانور کہتے ہیں باقی تین کو چھوٹے جانور کہا جاتا ہے۔ چھوٹے جانوروں میں سے ایک کو صرف ایک ہی کر سکتا ہے اُن میں شرکت جائز نہیں۔ بڑے جانوروں میں سات آدمی تک ایک کو کر سکتے ہیں۔ یعنی ایک گائے، بیل یا بھینس یا اُونٹ میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔ سات سے کم ہوں مثلاً ایک آدمی تین حصّے لے ایک دو حصّے لے، دو آدمی ایک ایک حصّہ لیں۔ اس طرح چار آدمی شریک ہو جائیں یہ بھی جائز ہے، سات سے زائد مثلاً آٹھ آدمی شرکت نہیں کر سکتے کیونکہ ساتویں حصّے سے کم کسی کا حصّہ نہیں ہو سکتا، ورنہ قربانی درست نہیں ہوگی۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ سب حصّہ داروں کی نیت قربانی کی ہو یا عقیقہ کی۔ صرف گوشت کھانے یا گوشت بیچنے کی نیت کسی کی نہ ہو، ورنہ کسی کی بھی قربانی دُرست نہ ہوگی۔

تقسیم یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ کوئی حصّہ کم یا زیادہ ہو، ورنہ ایک قسم کا سود ہو جائے گا جس کا کھانا اور کھلانا دونوں ناجائز ہیں۔ پس ضروری ہے کہ پُوری احتیاط کے ساتھ تول کر (حصّہ داروں میں) بانٹا جائے۔ اٹکل اور اندازہ سے تقسیم کرنا دُرست نہیں، البتّہ اگر گوشت کے ساتھ کلّہ پائے اور کھال کو بھی شریک کر لیا جائے تو جس طرف کلّہ پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو۔ دُرست ہے چاہے جتنا کم ہو۔

عمریں اُونٹ کم سے کم پانچ برس۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسہ کم از کم دو سال۔ بکرا بکری، بھیڑا، بھیڑ[1] اور دُنبہ کم سے کم ایک سال کا ہونا چاہیے اس سے اگر عمر کم ہو تو اس کی قربانی دُرست نہیں ہے۔ البتّہ دُنبہ چھ ماہ کی عمر کا اگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور اگر سال بھر والے دُنبوں میں چھوڑ دیں تو کچھ فرق نہ معلوم ہو تو ایسے دُنبے کی بھی قربانی دُرست ہو گی۔

عیب دار جانور جن کی قربانی دُرست نہیں ہے

(۱) اندھا، کانا اور ایسا جانور جس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی جاتی رہی ہو یا ایک

[1] بھیڑ کا بھی یہی حکم ہے جو دُنبے کا ہے۔

کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا تہائی یا تہائی سے زیادہ دم کٹ گئی ہو، اُن کی قربانی دُرست نہیں ہے۔

(۲) ایسا لنگڑا جانور کہ تین پاؤں سے چلتا ہو چوتھا پاؤں رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا تو اُس کی قربانی دُرست نہیں ہوگی اور اگر چلتے وقت وہ چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اُس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہوگی۔

(۳) اتنا دُبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی دُرست نہیں ہے اور اگر دُبلا ہے مگر ایسا نہیں کہ مریل ہوگیا ہو اُس کی قربانی دُرست ہے، لیکن بہتر بہرحال یہی ہے کہ قربانی کا جانور موٹا تازہ فربہ ہو۔

(۴) جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اُس کی قربانی دُرست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں اُن سے زیادہ باقی ہیں تو اُس کی قربانی دُرست ہوگی۔

(۵) جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اُس کی بھی قربانی دُرست نہیں ہے اور اگر کان تو ہیں مگر بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اُس کی قربانی درست ہے۔

(۶) جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اُس کی قربانی دُرست ہے، البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی دُرست نہیں ہے۔

(۷) خصی بکرے اور مینڈھے کی بھی قربانی دُرست ہے جس جانور کے خارشت ہو اُس کی بھی قربانی دُرست ہے، البتہ اگر خارشت کی وجہ سے بالکل لاغر ہوگیا ہو تو دُرست نہیں ہے۔

قربانی کا گوشت بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی حصہ فقیروں کو خیرات کر دیا جائے باقی خود کھائیں اور دوست احباب اور رشتہ داروں کو پیش کریں۔ اگر خیرات کا حصہ تہائی سے کم ہوگیا تب بھی کوئی کراہت یا گناہ نہیں ہے۔

قربانی کی کھال (۱) قربانی کی کھال آپ اپنے کام میں لا سکتے ہیں، مثلاً مشک یا ڈول بنوا لیں یا جانماز تیار کرلیں۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ کسی کو خدا واسطے دے دیں

(۳) یہ بھی جائز ہے کہ آپ فروخت کر دیں مگر جو قیمت ہے آپ وہی کی وہی ایسے ضرورتمندوں

کو دے دیں جن کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہو۔ جن کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اُن کو یہ قیمت کے دام بھی دینے دُرست نہیں۔

④ اگر کھال کی قیمت کے دام آپ نے کسی اور کام میں خرچ کر دیے پھر اتنے ہی دام اپنے پاس سے آپ نے خیرات کر دیے تو بے شک ادائیگی ہو گئی مگر بے ضابطہ اور غلط بات ہُوئی۔

⑤ کھال کی قیمت مسجد یا کسی ایسے کارِ خیر میں خرچ نہیں کر سکتے جن میں کسی کو معین طور پر مالک نہ بنایا جا سکتا ہو۔ مثلاً کسی مُردہ کے کفن دفن میں خرچ نہیں کر سکتے۔ ہاں اس کے کسی ضرورت مند وارث کو دے سکتے ہیں کہ وہ اگر چاہے تو اس مُردہ کے کسی کام میں اپنی طرف سے لگا دے۔

متفرق مسائل

① قربانی کی رسی، جھول وغیرہ سب خیرات کر دے۔

② گوشت بنانے والے (قصائی) کی مزدُوری اپنے پاس سے دے قربانی کا گوشت یا چربی یا چھیچھڑے وغیرہ یا قربانی کی کھال مزدُوری میں دینی جائز نہیں ہے۔

③ کسی پر قربانی واجب نہیں تھی، لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔

④ اس غریب آدمی کا جس پر قربانی واجب نہیں تھی۔ یہ جانور گُم ہو گیا تو اَب اُس پر کچھ واجب نہیں لیکن اگر اُس نے قربانی کے لیے دوسرا جانور خرید لیا پھر پہلا بھی مل گیا تو اُس پر دونوں کی قربانی واجب ہو گئی۔

⑤ اگر امیر آدمی کو جس پر قربانی واجب تھی ایسا اتّفاق ہُوا کہ پہلا جانور جو قربانی کے لیے خریدا تھا وہ گم ہو گیا تو اُس نے دوسرا خریدا پھر پہلا بھی مل گیا تو اس پر صرف ایک کی قربانی واجب ہو گی۔ دوسرے جانور کے بارہ میں اس کو اختیار ہو گا چاہے اپنے پاس رکھے چاہے بیچ دے۔

⑥ اگر کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دِن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے اور اگر بکری خرید لی تھی تو بعینہ وہی بکری خیرات کر دے۔

⑦ جس نے قربانی کی منت مانگی اور خُدا کے فضل سے وہ کام ہو گیا تو اَب قربانی کرنا واجب ہے چاہے مالدار ہو یا غریب۔

(۸) منت کی قربانی کا تمام گوشت خیرات کرنا ہو گا۔ نہ یہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی امیر (صاحب نصاب) کو دے سکتا ہے اگر خود کچھ کھایا یا کسی امیر کو دے دیا تو اتنا گوشت خیرات کرنا پڑے گا۔

(۹) اگر اپنی خوشی سے کسی مُردہ کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا کھلانا بانٹنا سب دُرست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حُکم ہے۔

(۱۰) لیکن اگر کسی مرنے والے نے وصیّت کر دی تھی کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس وصیّت پر اس کے مال میں سے قربانی کی گئی ہے تو اس قربانی کے تمام گوشت اور پاؤں وغیرہ کو خیرات کر دینا واجب ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اُس کی طرف سے بغیر اس کے کہے قربانی کر دی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہو گی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصّہ اس کے کہے بغیر طے کر لیا تو اور حصّہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہو گی۔

(۱۲) اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں وہ آپس میں گوشت تقسیم نہیں کرتے بلکہ یکجا فقراء اور احباب کو تقسیم کر دیتے ہیں، یا پکا کر کھلا دیتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے البتّہ اگر آپس میں حصّے تقسیم کریں گے تو اس میں برابری ضروری ہے۔

(۱۳) قربانی کا گوشت غیر مُسلم کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

(۱۴) گیا بھن جانور کی قربانی کی جا سکتی ہے۔ اگر بچّہ زندہ نکلے تو اُس کو بھی ذبح کر دیا جائے۔

"انوارِ مدینہ" میں

دارالافتاء
جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُ الواحد
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضلِ جامعہ مدنیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

مُسلمانوں کو تبلیغ کرنا حدیث کی رو سے کیسا ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کفّار کے پاس تبلیغ کے لیے جاتے تھے اور آج کل لوگ مُسلمانوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ کیا حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں میں اس طرح چل کر تبلیغ کی ہے۔ جیسے کہ آج کل تبلیغی جماعت والے تبلیغ کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت مطلوب ہے۔

بینوا توجروا

نور خان ضیاء

نور خان ضیاء جنرل سیکرٹری تحریک نوجوانان راوی روڈ، لاہور
اہلِ سُنت پاکستان راوی روڈ لاہور۔

الجواب باسم ملهم الصواب، حامدا و مصليا۔

پہلی بات یہ ہے کہ تبلیغ جیسے اسلام کی کافروں کی طرف ہوتی ہے اسی طرح تبلیغ احکامِ اسلام کی مُسلمانوں کی طرف بھی ہوتی ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (پ۶)

(ترجمہ: اے رسول پہنچا دیجیے جو اُتارا گیا آپ کی طرف آپ کے ربّ کی طرف سے۔
اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام)

اس آیت کے بارے میں مفسّرین لکھتے ہیں یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اُتارا جائے آپ بے خوف و خطر پہنچاتے رہیے۔ اگر بفرضِ محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول رسالت و پیغام رسانی کا جو منصبِ جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فریضۂ رسالت و تبلیغ پُورے طور پر ادا کیا تھا اور آخر میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اُن سے پُوچھا هَلْ بَلَّغْتُ (کیا مَیں نے احکام الٰہی پہنچا دیے) تو سَب صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ قَدْ بَلَّغْتَ (آپ نے پہنچا دیے)

اب اس میں جہاں کفّار کو اسلام کی تبلیغ تھی وہیں مُسلمانوں کو احکامِ اسلام کی تبلیغ تھی۔ اور یہی بات ایک اور حدیث میں ملتی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً (پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو) اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حجۃ الوداع میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (چاہیے کہ موجود (اور حاضر) غیر حاضر کو پہنچائے) یعنی احکام اسلامی اور احکام الٰہی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے عُرف و رواج میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی تبلیغ کہتے ہیں اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ اشتہار میں تبلیغی جلسہ اور تبلیغی کانفرنس وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مُسلمان پر حسبِ طاقت و قدرت واجب ہے۔ یہ صرف علماء ہی کا کام نہیں بلکہ ہر مسلمان پر واجب

قرآن پاک میں ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترین اُمّت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی)
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ	کے لیے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو
عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ ۴ ع ۲)	اور بُرے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

۲- یَابُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ۲۱ ع۱)

بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر کہ یہ ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔

۳- نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہُوئے دیکھے اگر اتنی قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کرے اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تعلّق قرآنِ پاک اور احادیث میں بکثرت موجود ہے۔

اَب، ہم تبلیغی جماعت والوں کو دیکھتے ہیں تو یہ نظر نہیں آتا کہ وہ مُسلمان کو العیاذ باللہ کافر سمجھ کر اسلام کی تبلیغ کرتے ہوں بلکہ وہ تو مُسلمانوں کو مُسلمان سمجھ کر اُن کو احکام الٰہی اور احکام اسلامی پہنچاتے ہیں اور نیک اعمال اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پر اپنے ایمان و یقین کو مزید بڑھانے، عبادات، مثلاً نماز و ذکر وغیرہ کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی تبلیغ کرنے میں خود بھی مصروف ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اُن کی ترغیب اور دعوت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنتوں پر خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کو اختیار کرنے کی رغبت دلاتے ہیں اور اس کے لیے لوگوں کے پاس ہی جانا پڑے گا۔ اُن کے گھروں میں اور اُن کی دکانوں پر اُن کی منّت سماجت کر کے اُن کو دین پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کرنی ہو گی، ورنہ جب تک دِلوں میں رغبت نہ ہو جیسا کہ بہت سے لوگوں میں نظر آتا ہے کہ نمازوں کو چھوڑے ہُوئے ہیں۔ اور کتنی ہی خواہشات کو اختیار کیے ہُوئے ہیں۔ وہ خود آپ کے پاس نہیں آئیں گے۔ اُن میں رغبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو ہی اُن کے پاس جانا ہوگا۔ اور اُن کو یاد دلانا ہوگا کہ وہ کس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں اور پہلے علماء و اولیاء کی تاریخ میں ایسے واقعات بے شمار ہیں کہ وہ خود لوگوں کے پاس جا کر اُن کی اصلاح کی کوشش کرتے تھے۔

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

مرحوم علی کی یاد

مولانا نعیم الدین صاحب

چند ماہ پیشتر انوارِ مدینہ میں حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت حاجی محمود صاحبؒ کی صاحبزادی خدیجہ کے اچانک انتقال کر جانے کی خبر چھپی تھی، مرحومہ کا صدمہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ اچانک ایک اور جانکاہ حادثہ پیش آگیا، وہ یہ کہ حضرت حاجی محمود صاحبؒ کے سب سے چھوٹے فرزند محمد علی موٹر سائیکل کے حادثہ میں شدید زخمی ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ یہ حادثہ حاجی صاحبؒ کے گھر والوں پر ایک بجلی بن کر گرا اور ہر دِل کو درد مند اور ہر آنکھ کو اشکبار کر گیا۔

مرحوم ابھی نوخیز تھے اکیس بائیس برس کے قریب عمر تھی اور ان دنوں بی اے کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ گھر میں چونکہ سب سے چھوٹے تھے، اس لیے سب اُن سے پیار کرتے تھے علی باوجود نوخیزی کے اپنے اندر بڑی خوبیاں رکھتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا۔ ہر ایک کو بہت جلد اپنے سے مانوس کر لینا ہر قسم کی محفل میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ کر لینا، ہر ایک سے اس کے مزاج و مذاق کے مطابق بات کرنا، بلا امتیاز ہر ایک کی خدمت کرنا مرحوم کے خصوصی اوصاف تھے جو اکٹھے کم ہی کسی میں پائے جاتے ہیں

علی انتہائی خوش اخلاق و ملنسار نوجوان تھے۔ جب بھی اُردو بازار آتے احقر سے ضرور ملتے۔ ایک بار مَیں نے علی سے کہا کہ مَیں نے بھی اپنے بیٹے کا نام محمد علی رکھا ہے تو بہت خوش ہوئے جب بھی دُکان پر آتے علیک سلیک کے بعد پہلا سوال یہ ہوتا کہ نعیم بھائی علی کا کیا حال ہے۔ کافی کافی دیر دُکان پر بیٹھتے، کبھی کبھار اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لاتے اور اُن کا تعارف کراتے۔

مرحوم علی کو ویسے تو سب علماء سے محبّت تھی لیکن مولانا محمد خان شیرانی صاحب سے بہت زیادہ تعلّق تھا۔ اُن سے اکثر ملتے رہتے تھے

وفات سے دو چار روز پیشتر مولانا محمود میاں صاحب عیادت کے لیے ہسپتال تشریف لے گئے تو حال احوال کے بعد آپ نے کہا کہ علی اَب تم داڑھی منڈانے سے توبہ کرلو۔ علی نے کہا کہ آج سے میں توبہ کرتا ہوں اور آئندہ داڑھی رکھنے کا وعدہ کرتا ہوں آئندہ شیو نہیں کراؤں گا۔

مرحوم علی کے حادثہ کی تفصیل اس طرح سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ تین شوال بروز بدھ دوستوں کے لیے قیمہ والے نان لینے کے لیے ایک دوست کے ہمراہ مزنگ جارہے تھے کہ موٹر سائیکل ایک برف کے بلاکوں سے لدے ہوئے ریڑھے سے ٹکرا گئی جس سے جگر کچلا گیا۔ میو ہسپتال میں انتہائی سینیر ڈاکٹروں نے اپریشن کیا جو کامیاب رہا اور طبیعت بظاہر صحّت کی طرف بڑھنے لگی لیکن اچانک ایسا ہوا کہ وفات سے ایک روز پیشتر ایمونیا گیس کی کثرت کی وجہ سے دل گھٹنے لگا اور حالت بگڑ گئی۔ علی بار بار کہتے کہ اَب میں نہیں بچ سکوں گا میرا وقت آگیا ہے۔ اللہ کی شان کہ اخیر وقت اللہ اللہ کا وِرد شروع کردیا جو صاف سُنائی دیتا تھا۔ حتّٰی کہ ۱۵ اور ۱۶ شوال پیر اور منگل کی درمیانی شب ایک بج کر دس منٹ پر اللہ اللہ کرتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سُپرد کردی۔

۱۶ رشوال المکرم ۱۴۱۴ھ / ۲۹ رمارچ ۱۹۹۴ء بروز منگل بعد نماز ظہر جنازگاہ میانی صاحب میں علی کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ نماز جنازہ پڑھنے والوں میں سینیر ڈاکٹرز، پروفیسرز، علماء، علی کے دوست احباب اور کثیر تعداد میں عوام شریک تھے۔ نمازِ جنازہ کے بعد مرحوم علی کو علماء و مشائخ کے جوار اور بہن خدیجہ کے پہلو میں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سُپردِ خاک کر دیا گیا۔

مرحوم علی کی خوش قسمتی کہیئے کہ اُسی دن شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم حرمین شریفین کے سفر سے ہندوستان واپس جاتے ہوئے پاکستان تشریف لائے تھے۔ اُنھوں نے ہی علی کی نماز جنازہ پڑھائی۔

علی کے اس طرح اچانک اور ایک دم چلے جانے سے سَب ہی کو صدمہ ہوا۔ رہ رہ کر علی کی یاد آتی ہے اور زبانِ حال سے نکلتا ہے کہ علی تم چلے گئے لیکن ہمارے دل سے نہیں گئے۔ تمہاری یاد مُدتوں آتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم علی کی بال بال مغفرت فرمائے، کروٹ کروٹ جنّت نصیب فرمائے۔ اُن کی والدہ اور بھائیوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

آجکل اسم مُضِلّ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ظہور کا دَور ہے

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحؒ تحریر فرماتے ہیں "مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ (متوفی ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) ایک بزرگ حضرت حافظ محمود شاہ کا ملفوظ نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا کہ

"ہر وقت اور ہر دَور میں اسماءِ الٰہی میں سے کسی اسم کا ظہور اور تسلّط ہوتا ہے، اُس وقت اسی اسمِ مُبارک کے مقتضا کے موافق تمام اُمور سَرزد ہوتے ہیں، چنانچہ آج کل اسم مُضِلّ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ظہور کا دَور ہے اسی لیے اس زمانے کے بیشتر اہلِ کمال بھی اسی نامِ مُبارک کی تجلّی کے اثرات کے باعث بعض خفی منکرات و مناہی سے خالی نہیں"۔[1]

کیا کافر کافر لیے پھرتے ہو

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اہلِ باطل کی تکفیر کا ذکر تھا اُس روز نہایت جوش میں شانِ رحیمی کا ظہور ہو رہا تھا، یہاں تک فرمایا کیا کافر کافر لیے پھرتے ہو قیامت میں دیکھو گے ایسوں کی مغفرت ہو گی جنھیں تم دُنیا میں کافر قطعی کہتے ہو اور واقعے

---

[1] تاریخ مشائخ کاندھلہ، ص: ۷۲۔

میں وہ کافر نہ ہوں گے، مگر نہایت ہی ضعیف الایمان ہوں گے، پھر فرمایا لیکن اگر ڈرانے دھمکانے کے لیے شرعی انتظام کے لیے کسی وقت کافر کہہ دیا جاوے اس کا مضائقہ نہیں۔" [1]

سورۂ یٰسین کی برکت

حضرت امیر علاء سجزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۳۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"روزِ دوشنبہ ۷ ماہ ذی قعدہ سنہ مذکور دولتِ قدمبوسی حاصل ہوئی، تفسیر امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے رو برو تھی آپ صاحبِ تفسیر کا حال بیان فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ امام ناصر بستی رح بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہوگیا، اعزا و اقربا نے آپ کو مُردہ تصوّر کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا خود کو مدفون دیکھا، سخت متحیر ہوئے اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے اور وہ تنگی اس کی فراخی سے بدل جاتی ہے۔ یہ سوچ کر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی آپ اُنتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ اثرِ کشادگی ظاہر ہوا اور وہ یہ تھا کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی تھی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے، پس اس خیال سے کہ مبادا یہ معلوم کر جائے کہ کوئی شخص زندہ مدفون ہے اور یہ اپنے ارادہ سے باز رہے چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سُن سکے، القصہ جب آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا یہ کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اُٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور نے جب یہ امر معائنہ کیا ہیبت سے اُس کا گردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ خوف کھا کر گر پڑا اور مَر گیا۔ امام کو اس کی ہلاکت کا بہت تأسّف ہوا اور اپنے دل سے کہا کہ تُو نے اس قدر جلدی کی اُس کو اپنا کام کر لینے دیا ہوتا اور پھر باہر نکلتا۔ الغرض پشیمان ہوتے ہوئے باہر آئے اور خیال کیا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں گا لوگوں کو اس محال کے وقوع سے سخت پریشانی و حیرت و ہیبت ہو گی خوف

---

[1] الافاضات الیومیۃ، ج: ۱، ص: ۸۱۔

کھائیں گے، پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں امام ناصر بستی ہُوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مُردہ تصوّر کیا اور دفن کر دیا، مَیں زندہ ہُوں۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر (حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) یہ بیان فرما کر فرمانے لگے کہ یہ تفسیر اُنھوں نے اس واقعہ کے بعد لکھی تھی۔" [1]

پانچ چیزیں تلاش کیں پانچ جگہ پایا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔"حضرت شقیق بلخی (رحمۃ اللہ علیہ متوفی ١٧٤ھ) مشہور صُوفی اور بُزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں اور اُن کو پانچ جگہ پایا۔

(١) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔
(٢) اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔
(٣) منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اُس کو قرأت میں پایا۔
(٤) اور پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔
(٥) اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔" [2]

اللہ بس باقی ہوس

حضرت مولانا سیّد محمّد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ فردوسی نے جب سلطان محمود غزنوی کی فرمائش کے بموجب ٦٠ ہزار شعروں کا مجموعہ "شاہنامہ" لکھ کر پیش کر دیا تو اوّل تو اپنی قرارداد کے بموجب انعام دینے میں محمود غزنوی کو تامل ہُوا۔ بالآخر جب یہ طے کر لیا کہ جو انعام (فی شعر ایک دینار) طے ہُوا تھا وہ ادا کرنا ہے تو انعام کی رقم فردوسی کے مکان کی طرف چل رہی تھی اور فردوسی زندگی کے سانس پُورے کر کے قبرستان جا رہا تھا۔" [3]

---

[1] فوائد الفواد مترجم، ص: ١٣٩ [2] فضائلِ نماز ص: ٢٢۔

[3] دورِ حاضر کے سیاسی اور اقتصادی مسائل۔ ص: ١٠٣۔

وفاق کے سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان

وفاق المدارس العربیہ کے مرکزی دفتر واقع ملتان شہر کی جانب سے سالانہ امتحان ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء کے حتمی نتائج کا اعلان ہوچکا ہے۔

جامعہ مدنیہ میں زیرِ تعلیم طلبہ میں سے مختلف درجات کے کل ۲۷ طلبہ نے وفاق کے امتحان میں شرکت کی جن میں ایک ممتاز گیارہ درجہ اوّل میں نو درجہ دوم میں اور تین درجہ سوم میں کامیاب ہوئے جبکہ ایک طالب علم کو ضمنی امتحان میں شرکت کا اہل قرار دیا گیا اور دو طلبہ ناکام ہوئے۔ تفصیلات حسبِ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	رولنمبر	نام طالب علم	ولدیت	علاقہ	درجہ	کُل حاصل کردہ نمبر	فیصد	التقدیر
۱	۱۰۱۸	محمدؐ زکریا	حافظ افضال احمد	لاہور	عالمیہ	۳۸۶	۶۴٪	جید جدا
۲	۱۰۱۹	ظفر اقبال ظفر	عبد الحق	چکوال	″	۳۱۵	۵۳٪	جید
۳	۱۰۲۰	محمد عبداللہ جتوئی	پیر بخش	مظفرگڑھ	″	۲۵۳	۴۲٪	مقبول
۴	۱۰۲۱	محمد قاسم	مولانا نذیر احمد	نارووال	″	۲۸۸	ضمنی ترمذی	دورہ
۵	۹۴۴	مزمل حسن	احمد حسن	لاہور	عالیہ	۴۲۴	۷۱٪	جید جدا
۶	۹۴۵	عبد الوحید	غلام قادری	مانسہرہ	″	۲۹۱	۴۸٪	مقبول
۷	۹۴۶	مختار احمد	محمد لطیف	لاہور	″	۳۱۷	۵۳٪	جید
۸	۹۴۳	محمد طاہر	رحمت علی	″	″	۲۳۳	۳۹٪	ناکام
۹	۹۴۷	محمد عالم	بدیع الزمان	″	″	۲۱۴	۳۶٪	ناکام

۱۰	۱۱۶۱	حفیظ الرحمٰن	حافظ محمد سلیمان	لاہور	خاصہ	۳۲۴	۵۴٪	جید
۱۱	۱۱۶۲	شکیل احمد	عبدالرحیم	قصور	″	۴۰۹	۶۸٪	جید جدا
۱۲	۱۵۷۱	محمد عبید اللہ	رحمت اللہ	شیخوپورہ	عامہ	۴۲۸	۷۱٪	″ ″
۱۳	۱۵۷۲	محمد اعجاز	محمد اسحاق	لاہور	″	۴۷۱	۷۹٪	″ ″
۱۴	۱۵۷۳	محمد ادریس	محمد صدیق	شیخوپورہ	″	۳۰۰	۵۰٪	جید
۱۵	۱۵۷۴	محمد عابد	نور احمد	لاہور	″	۳۲۹	۵۵٪	″
۱۶	۱۵۷۵	یاسر جاوید	جاوید اقبال	″	″	۳۴۱	۵۷٪	″
۱۷	۱۵۷۶	غلام محمد	بشیر احمد	مظفر گڑھ	″	۳۷۵	۶۳٪	جید جدا
۱۸	۱۵۷۷	محمد عارف	منظور احمد	جھنگ	″	۵۱۲	۸۵٪	ممتاز
۱۹	۱۵۷۸	محمد شفیق الرحمٰن	محمد صدیق	سیالکوٹ	″	۳۵۰	۵۸٪	جید
۲۰	۱۵۷۹	محمد صدیق	محمد حبیب	شیخوپورہ	″	۲۵۵	۴۳٪	مقبول
۲۱	۱۱۷۵	نذیر احمد	عمر دین	نارووال	متوسطہ	۳۰۶	۵۱٪	جید
۲۲	۱۱۷۶	محمد قمر عاصم	محمد یعقوب	لاہور	متوسطہ	۴۴۰	۷۳٪	جید جدا
۲۳	۱۱۷۷	محمد علی	نواب علی	خانیوال	″	۳۳۴	۵۶٪	جید
۲۴	۱۱۷۸	محمد اعظم	علاؤ الدین	لاہور	″	۳۹۱	۶۵٪	جید جدا
۲۵	۱۱۷۹	محمد جمیل انور	حافظ منظور احمد	سیالکوٹ	″	۴۱۱	۶۹٪	″ ″
۲۶	۱۱۸۰	محمد فیصل سعید	احمد سعید	لاہور	″	۴۱۴	۶۹٪	″ ″
۲۷	۱۱۸۱	محمد رضوان	صابر حسین	لاہور	″	۴۵۲	۷۵٪	″ ″